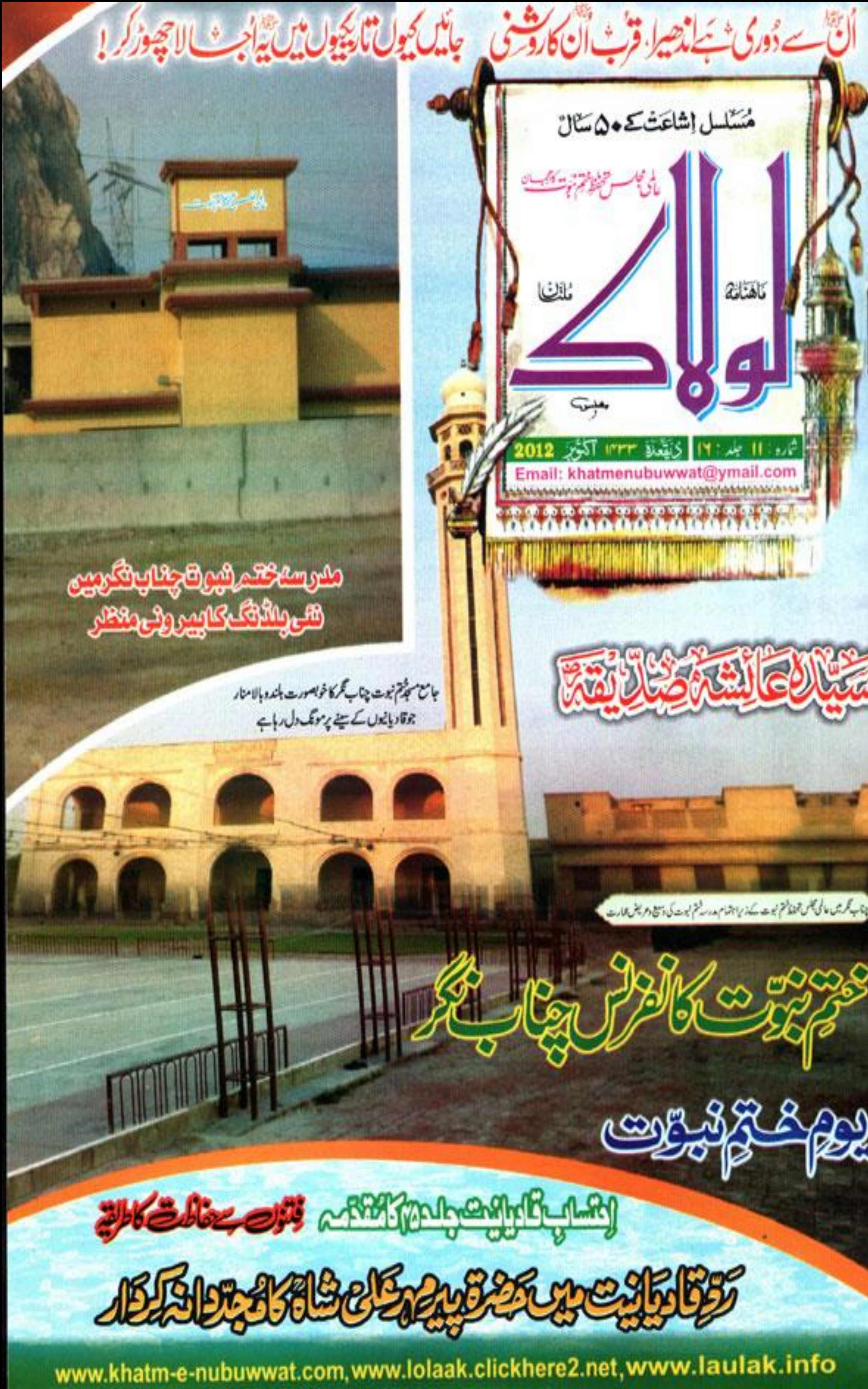

اُن ﷺ سے دُوری ہے اندھیرا، قربِ اُن ﷺ کا روشنی جائیں کیوں تاریکیوں میں یہ اُجالا چھوڑ کر!
مُسلسل اشاعت کے ۵۰ سال
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ماھنامہ
لولاک
ملتان
شمارہ: ۱۱ جلد: ۱۶ ذیقعدہ ۱۴۳۳ اکتوبر 2012
Email: khatmenubuwwat@ymail.com
مدرسہ ختم نبوت چناب نگر میں
نئی بلڈنگ کا بیرونی منظر
جامع مسجد ختم نبوت چناب نگر کا خوبصورت بلند و بالا منار
جو قادیانیوں کے سینے پر مونگ دل رہا ہے
سیدہ عائشہ صدیقہؓ
ناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدرسہ ختم نبوت کی وسیع و عریض عمارت
ختم نبوت کانفرنس چناب نگر
یوم ختم نبوّت
احتسابِ قادیانیت جلد ۴۵ کا مقدمہ
فتنوں سے حفاظت کا طریقہ
ردِّ قادیانیت میں حضرت پیر مہر علی شاہؒ کا مجددانہ کردار
www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ١١ ○ جلد: ١٦

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمٰن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ شہید

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

یوم ختم نبوت	مولانا اللہ وسایا	3
گولڑہ میں تاجدار ختم نبوت کانفرنس	مولانا اللہ وسایا	5
ختم نبوت کانفرنس چناب نگر	مولانا اللہ وسایا	5

مقالات ومضامین

صحابہ کرامؓ......اور......فکر آخرت	مولانا محمد ظہیر	6
سیدہ عائشہ صدیقہؓ	مولانا محمد منظور نعمانی	10
ملت ابراہیمی کی اہمیت	حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ	13
فتنوں سے حفاظت کا طریقہ	حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ	20
شیخ الہند	زاہد مقصود احمد قریشی	24
ختم نبوت کورس میں شرکت کے تاثرات	مولانا محمد انیس مظاہری	27
شیخ الحدیث حضرت مولانا خورشید عالم کا سانحہ ارتحال	مولانا سید محمد زین العابدین	28
تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا	مولانا اللہ وسایا	30
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام حضرویؒ	مولانا اللہ وسایا	32
مغموم ومحزون شہر کوٹ قیصرانی کی تعزیت	مولانا حافظ امان اللہ قیصرانی	34

رد قادیانیت

رد قادیانیت میں حضرت پیر مہر علی شاہؒ کا مجددانہ کردار	پیر سید معین الحق معین مدظلہ	36
احتساب قادیانیت جلد ۴۵ کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	39
رتوچھہ میں چار خاندانوں کا قبول اسلام	رپورٹ: مولانا خالد میر	46
پروگرام سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس اترا	مولانا محمد اسلم	47

متفرقات

خانقاہ سراجیہ میں جمعہ کا آغاز اور ختم بخاری کی تقریب	قاری محمد زرین	49
قادیانی کیسے مسلمان سے اچھے مسلمان ہوسکتے ہیں؟	مولانا محمد علی صدیقی	52
تبصرہ کتب	مولانا اللہ وسایا	56

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!

یوم ختم نبوت!

۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانی، لاہوری، مرزا قادیانی ملعون قادیان کے دونوں گروپوں کو آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ اس دن سے ہر سال ۷؍ستمبر کو پورے ملک میں ''یوم ختم نبوت'' منایا جاتا ہے۔ اخبارات ورسائل میں مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اس عنوان پر کام کرنے والی جماعتیں وادارے اپنے اپنے طور پر مختلف پروگرام کرتے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ کی سہ ماہی میٹنگ ملتان میں ۳۰؍اگست کو طے کیا گیا کہ اس سال ۷؍ستمبر کو جمعہ کا دن بنتا ہے۔ خطباء سے اپیل کی گئی کہ وہ اس موقعہ پر اپنے اپنے خطبات جمعہ میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ مہم تقریباً یکم ستمبر سے شروع ہوکر آٹھ ستمبر تک جاری رہے گی۔ یکم ستمبر خانقاہ سراجیہ، ۲؍ستمبر پنجند، تلہ گنگ، ۳؍ستمبر سیالکوٹ، ۴؍ستمبر مانسہرہ، ۵، ۶؍ستمبر ایبٹ آباد، نتھیا گلی، حویلیاں، قلندر آباد، ۷؍ستمبر اسلام آباد لال مسجد، ۷؍ستمبر بعد از عشاء پشاور، ۸؍ستمبر مردان، نوشہرہ اور بہاول پور میں عظیم الشان پروگرام رکھے گئے ہیں۔ ان پروگراموں کے ذریعہ انشاء اللہ العزیز! اسلامیان وطن کو عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے نئے جذبہ سے سرشار کیا جائے گا۔

۲۲؍مئی ۱۹۷۴ء کو ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کا وفد چناب ایکسپریس (جس کا آج کل نیا نام ہزارہ ایکسپریس ہے) کے ذریعہ چناب نگر (ربوہ) سے گزرا۔ قادیانیوں نے اپنی روش کے مطابق اسٹیشن پر گاڑی کے مسافرین میں اپنا اخبار الفضل اور لٹریچر تقسیم کیا۔ مسلمان طلباء نے ردعمل میں ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ گاڑی چل پڑی اور قادیانی منہ تکتے رہ گئے۔

ان طلباء نے ۲۹؍مئی کو اسی ٹرین سے واپس آنا تھا۔ اس دور میں سرگودھا سے لے کر چناب نگر تک درمیانی اسٹیشنوں، نشتر آباد، شاہین آباد، لالیاں پر قادیانی اسٹیشن ماسٹر تھے۔ چنانچہ قادیانی ان کے ذریعہ ٹرین کا معلوم کرتے رہے اور سرگودھا سے چناب نگر تک جہاں بھی گاڑی کے سٹاپ تھے۔ ہر اسٹیشن سے گردونواح کے قادیانی سوار ہوتے رہے اور طلباء کی بوگی کو فوکس کرتے رہے۔ جب ٹرین ریلوے اسٹیشن چناب نگر پہنچی تو چناب نگر

اسٹیشن پر موجود اور ٹرین میں سوار قادیانیوں نے طلباء کو زدوکوب کرنا شروع کیا۔ مارا پیٹا، زخمی کیا۔ طلباء زخموں سے نڈھال، شدید زخمی، خون سے لت پت فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ مولانا تاج محمودؒ نے ان کو فسٹ ایڈ دلائی۔ طلباء بپھرے ہوئے تھے۔ ٹرین کو چلنے سے روک دیا۔ اسٹیشن پر شدید احتجاج کیا۔ یہ اطلاع سن کر شہر سے لوگ اسٹیشن پر جم غفیر کی شکل میں جمع ہوگئے۔

وزیراعلیٰ پنجاب نے انکوائری کے لئے ہائیکوٹ کے جج جناب کے ایم صمدانی پر مشتمل انکوائری عدالتی کمیشن قائم کیا۔ لاہور میں جناب آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، نوابزادہ نصراللہ خانؒ فیصل آباد میں مولانا تاج محمودؒ، ملتان میں مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے تمام مکاتب فکر کے علماء کے اجلاس طلب کئے۔ اگلے دن اخبارات میں وقوعہ کی خبر آئی تو پورا ملک سراپا تحریک بن گیا۔

تب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور قائد حزب اختلاف مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ تھے۔ باہمی مشورہ سے راولپنڈی، پھر شیرانوالہ گیٹ لاہور میں تمام مکاتب فکر کی مذہبی وسیاسی قیادت پر مشتمل آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان قائم کی گئی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اس کے صدر اور حضرت علامہ صاحبزادہ محمود احمد رضوی سیکرٹری جنرل منتخب کئے گئے۔

۱۴ر جون کو ملک بھر میں مثالی ہڑتال ہوئی۔ چشم فلک نے تمام امت کے اجماع واتحاد کی برکتوں سے ایسے ایمان پرور منظر دیکھے کہ اس دن کراچی سے خیبر تک پورے ملک کے باشندگان نے ہڑتال میں شریک ہوکر ختم نبوت کے منکرین وباغیان کے خلاف گویا اجماع منعقد کرلیا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو ایسے بیدار مغز قومی رہنما نے دورہ بلوچستان کے دوران عوامی ردعمل کا سامنا کرنے کی بجائے سرنڈر کیا اور مسئلہ قومی اسمبلی کے سپرد کردیا۔ قومی اسمبلی میں قادیانی گروپ کے لاٹ پادری مرزا ناصر، لاہوری گروپ کے چیف مہنت ڈاکٹر اللہ بخش وغیرہ پیش ہوئے۔

تب اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ قادیانیت کا کفر کھل کر سامنے آیا۔ قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کی طرف سے عزت مآب مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور حکومت کی طرف سے وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے دو علیحدہ علیحدہ قراردادیں پیش کیں۔

یوں کفر ہار گیا اور اسلام جیت گیا کہ ۷ر ستمبر کو اعلان ہوا کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے دونوں گروپ قادیانی ولاہوری دائرہ اسلام سے خارج اور غیر مسلم ہیں۔ قومی اسمبلی کی یہ کاروائی موجودہ زرداری حکومت نے اوپن کرنے کا اعلان کیا ہے۔ چھپ بھی گئی ہے۔ اسے تقسیم کرنے سے محترمہ فہمیدہ مرزا تاحال کترا رہی ہیں۔ کیوں؟

گولڑہ میں تاجدار ختم نبوت کانفرنس

خانقاہ عالیہ گولڑہ شریف کے بانی قبلہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ تھے۔ آپ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ شارح بخاری کے شاگرد تھے۔ آپ کا خانقاہی تعلق تونسہ شریف کی گدی سے تھا۔ اپنے دور میں پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نابغہ روزگار شخصیت تھے۔

معروف صوفی اور پیر طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو فتنہ قادیانیت کے خلاف کام کرنے کا اشارہ فرمایا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون قادیان نے جب برصغیر پاک وہند میں ملحدانہ روش اور زندیقانہ چال چلی تو رحمت دوعالم ﷺ کی خواب میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو زیارت ہوئی۔ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرزا قادیانی الحاد کی قینچی سے میرے دین کے ٹکڑے کر رہا ہے اور آپ خاموش بیٹھے ہیں۔ اس اشارہ غیبی کے بعد مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف علمی میدان میں قدم رکھا۔

مرزا قادیانی نے جولائی ۱۹۰۰ء میں پیر صاحب کو لاہور میں مقابلہ کے لئے للکارا۔ پیر صاحب نے مرزا قادیانی کے چیلنج کو قبول کیا۔ ۲۵ر اگست ۱۹۰۰ء کی تاریخ طے ہوئی کہ بادشاہی مسجد لاہور میں دوبدو جمع ہوں گے۔ دنیا گواہ ہے۔ یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ لاہور پہنچ گئے اور مرزا قادیانی لومڑی کی طرح اپنی قادیان کی بل سے باہر نہ نکلا۔ لاہور سے قادیانی قادیان گئے۔ مگر مرزا قادیانی بزدلی کی لمبی تان کر سو گیے۔ لاہور میں جلسہ ہوا۔ اس کی پوری تفصیل عرصہ ہوا قسط وار ہم نے ماہنامہ لولاک میں شائع کی اور پھر اسے احتساب قادیانیت میں بھی شائع کر دیا ہے۔ اس سال ۲۵ر اگست ۲۰۱۲ء کو معرکہ لاہور کی یاد میں خانقاہ عالیہ گولڑہ شریف میں عظیم الشان تاجدار ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ملک بھر سے مذہبی وسیاسی قیادت جمع ہوئی۔ انشاء اللہ عزیز! یہ کانفرنس تحریک ختم نبوت کے لئے مثالی جدوجہد کو نیا ولولہ وعزم بخشے گی۔

ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

امسال انشاء اللہ العزیز! آل پاکستان سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۴،۵ر اکتوبر کو مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں منعقد ہو رہی ہے۔ حسب سابق ملک بھر سے قائدین ورہنمایان شرکت فرمائیں گے۔ اس کانفرنس سے قبل سرگودھا ٹوبہ ٹیک سنگھ اور کئی مقامات پر کانفرنسیں رکھی گئی ہیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز! حسب روایت مثالی طور پر یہ کانفرنسیں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سنگ میل ثابت ہوں گی۔ توقع ہے کہ آپ دوست ابھی سے اس کے لئے تیاری کا عمل شروع فرمادیں۔

صحابہ کرامؓ......اور......فکر آخرت!

مولانا محمد ظہیر!

حضرت ابوبکر صدیقؓ

جس ذات نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب نہیں پی اور نہ بت پرستی کی۔ جو ایام جاہلیت میں انتہائی دیانت دار، عادل، غریب پرور، مہمان نواز اور مرجع خلائق تھا۔ جس نے اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ساری دنیا مخالف تھی اور قبول اسلام کے سلسلہ میں ساری اذیتوں اور کلفتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

جس نے غزوہ تبوک میں اپنی ساری دولت آنحضرتﷺ کے قدموں میں لا کے ڈال دی تھی۔ جس نے آنحضرتﷺ کی زندگی میں آنحضرتﷺ اور مسلمانوں کی امامت کی۔ جس ذات نے شعب ابی طالب، غار ثور اور دوسرے نازک مقامات میں حق رفاقت ادا کیا تھا۔ جس ذات کے متعلق آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے ”میں ان کے احسانات کا بدلہ دنیا میں نہیں چکا سکا، قیامت میں ادا کروں گا اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو۔“

جس ذات کی کھڑکی کو آپ نے کھلی رہنے دی اور بقیہ تمام صحابہؓ کی کھڑکیوں کو بند کرادیا۔ جو مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے بنی تھیں۔ جس ذات نے واقعہ معراج کی بلا ردوکد کے تصدیق کی اور پیغمبر اعظمﷺ کی زبان سے جسے صدیق کا لقب عطاء ہوا۔ جس ذات کے متعلق حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ”اگر اہل زمین کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں حضرت ابوبکرؓ کا تو بلا شک حضرت ابوبکرؓ کا پلڑا وزنی ہوگا۔“ جس ذات کو آنحضرتﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی جانشینی اور خلافت کی پہلی عزت ملی اور جس کی ذات ”افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق“ ہے۔ اس کا عالم یہ تھا کہ قیامت کے خوف اور یقین آخرت کے تصور سے چہروں کا رنگ روتے روتے بدل گیا تھا اور چہرے پر آنسو بہنے کی جگہ دو نیلگوں خط سے پڑ گئے تھے۔

اپنی بیماری میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ”دیکھو ایک دودھ دینے والی اونٹنی، ایک برتن، ایک چادر اور ایک لونڈی جو بیت المال سے مجھے دی گئی تھی اس کو بیت المال میں واپس کر دینا۔ جب حضرت عائشہؓ نے یہ چیزیں حضرت عمرؓ کو بھیجیں تو انہوں نے کہا ”اے ابوبکرؓ (اللہ کی رحمت آپ پر ہو) آپ نے اپنے جانشین کے لئے بہت مشکل نمونہ چھوڑا ہے۔“

قریب وفات فرمایا: ”عمر ابن خطابؓ نے نہ مانا اور بیت المال سے مجھے وظیفہ دلایا یہاں تک کہ چھ ہزار درہم بیت المال کے اب تک میرے ذمہ ہو چکے۔ اچھا میرا فلاں باغ بیچ کر یہ رقم بیت المال میں داخل کر دینا۔“

اپنے کفن کے لئے وصیت فرمائی کہ ”بیٹی عائشہؓ یہی لباس جو میں پہنے ہوئے ہوں، میرا کفن ہوگا۔ ایک جگہ اس میں زعفران کا رنگ ہے اسے دھو ڈالنا۔“ حضرت عائشہؓ نے کہا ”ابا جان! یہ تو پرانا ہے۔“ آپؓ نے جواب

دیا ”میرے لئے یہی پھٹا پرانا کافی ہے“ دنیا سے بالکل پاک دامن گئے اور اپنے عہد خلافت میں کسی قرابت دار کو کوئی عہدہ نہیں دیا۔

ایک روز ایک پرندہ کو درخت پر دیکھا تو فرمایا ”اے پرندے! تو خوش ہو، خدا کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی تیری مثل ہوتا تو جس درخت پر چاہتا بیٹھ جاتا ہے اور جو پھل چاہتا کھا لیتا ہے، اور تیرے اوپر نہ کوئی حساب ہے نہ عذاب۔“ کبھی رو رو کر کہا کرتے ”کاش میں جنگل کا کوئی درخت ہوتا جس کو کاٹا جاتا، یا گھاس کا پودا ہوتا، جس کو کوئی جانور چر لیتا اور آخرت میں مجھے اعمال کی جواب دہی نہ کرنی پڑتی۔“

حضرت فاروق اعظمؓ

جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ان کے مشیر خاص کے مرتبہ پر فائز رہے اور خلیفہ اول کے عہد میں اس منصب کے ساتھ ساتھ مدینہ کے قاضی رہے اور ان کے بعد خلیفہ دوم ہوئے۔ اپنے دس برس کے عہد حکومت میں اشاعت دین، رعایا پروری، عدل وانصاف، مساوات واخوت، صبر وقناعت اور اہتمام امور دین کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ اسلامی کے واقف کار سے پوشیدہ نہیں، جس ذات نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقات کا ہمیشہ اہتمام رکھا۔ جس کے عہد میں ایک ہزار چھتیس شہر مع مضافات کے فتح ہوئے۔ جس کے زمانہ میں چار ہزار مساجد، پنج وقتی نماز کے لئے اور نو سو جامع مساجد بنیں۔ جس کے عہد خلافت میں ایران وروم جیسی طاقتور حکومتیں مسلمانوں کے زیر نگیں ہوئیں اور عرب کے باہر اسلام کی عظمت وشہرت کا سکہ بیٹھ گیا۔ جس کی خواہش کے احترام میں آیت حجاب اور آیت اذن نازل ہوئی۔ جس کے ہاتھوں سینکڑوں مکاشفات وکرامات ظاہر ہوئے اور پر نصرت الٰہی اور تائید غیبی کا ہمیشہ سایہ رہا۔ جن کے لئے رسول اکرم ﷺ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ اس ذات کا قیامت کے تصور اور آخرت کے حساب سے یہ حال تھا کہ ایک روز گھاس کا ایک تنکا زمین سے اٹھا کر فرمانے لگے ”کاش میں یہ تنکا ہوتا، کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔“

ایک دن کسی گھر کی طرف گزر ہوا۔ وہاں کوئی شخص نماز میں سورۂ والطور الخ پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا: ”ان عذاب ربك لواقع“ ﴿بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا﴾ تو سواری سے اتر پڑے اور ایک دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے۔ اس کے بعد اپنے گھر آئے تو ایک مہینے تک بیمار رہے۔ لوگ عیادت کو آتے تھے اور بیماری کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کبھی کوئی بیت المال کا اونٹ گم ہو جاتا تو خود تلاش کرنے جاتے۔ ایک مرتبہ گرمیوں میں دوپہر کے وقت گرم ہوا چل رہی تھی اور آپ ایک اونٹ کی تلاش میں جا رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے دیکھا۔ فرمایا: ”اس وقت امیر المومنین آپ کہاں جاتے ہیں۔ اس کام کو کوئی اور کر لے گا؟“ فرمایا: ”قیامت کے دن باز پرس تو مجھ سے ہوگی۔“ یمن کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے دریافت فرمایا کہ ”کیا یمن کے رہنے والے سب چھوٹے بڑے اور امیر وغریب یہ حلوہ مہیا کرنے اور کھانے پر قادر ہیں؟“ ابوموسیٰ اشعریؓ نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا: ”پھر تنہا عمرؓ ایسی قیمتی مٹھائی نہیں کھا سکتا۔“ اس سے حضرت عمرؓ کے احساس فرائض کا اندازہ کر لیجئے۔ آپ فرماتے تھے کہ ”اگر قیامت کے دن اعلان کیا جائے کہ سب لوگ جنت میں جائیں سوائے ایک

کے تو مجھے خوف ہوگا کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں۔"

بالآخر حضرت عمرؓ ایک کافر کے ہاتھ سے زخمی ہوتے ہیں۔ لوگ عیادت کو آتے ہیں اور آپ کو کتاب اللہ کی پیروی اور سنت رسول ﷺ پر عمل کا واسطہ دے کر مطمئن کرنا چاہتے ہیں کہ آپ تو شہید ہوکر مر رہے ہیں اور شہید کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ جنتی ہے۔ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ ان باتوں کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: "اے کاش! اگر میں برابر چھوڑ دیا جاؤں، یعنی میری نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں اور میں بخش دیا جاؤں تو مجھ پر خدا کا انتہائی فضل ہوگا۔"

حضرت عثمان غنیؓ

جو آنحضرت ﷺ کے رفیق کار اور کاتب وحی تھے۔ جو ان دس صحابہؓ میں سے تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے "اہل شوریٰ" تجویز کیا۔ جن کو آنحضرت ﷺ نے بعض مواقع پر مدینہ میں اپنا قائم مقام تجویز کیا تھا۔ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مشیر خاص رہے۔ جس ذات کے عقد میں نبی ﷺ کی دو صاحبزادیاں (حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ) آئیں اور جن کی وجہ سے آپ ذوالنورین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ جس ذات نے قرآن کریم کو آنحضرت ﷺ کے زمانے کے مطابق جمع کیا۔ جس ذات نے کثرت کے ساتھ غلام آزاد کئے اور اگر اتفاقاً سہو ہوا تو قضاء کی جنہوں نے مع اہل وعیال کے سب سے پہلے حبش کی جانب ہجرت کی۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "عثمانؓ مجھ سے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے بہت مماثل ہیں۔"

حضرت عثمانؓ اکثر فرماتے تھے "دنیا میں قصاص کا ہو جانا اور اپنی غلطی کی سزا بھگت لینا آخرت کے قصاص اور عذاب سے بہتر ہے۔" جن کی امداد کو غزوہ تبوک کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا تھا: "ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم" ﴿آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی کام انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔﴾

جن کی رفاقت کو آنحضور ﷺ نے اپنے لئے منتخب فرمایا۔ آپ کے الفاظ ہیں: "لکل نبی رفیق فی الجنة ورفیقی فیها عثمان بن عفان"

جس ذات کے متعلق حضرت عبداللہ بن شدادؓ کہتے ہیں: "میں نے حضرت عثمانؓ کو اس کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے۔ اس کی قیمت چار، پانچ درہم سے زائد نہ ہوگی۔"

"میں نے زمانہ خلافت میں عثمانؓ کو دیکھا کہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے اور سنگریزوں کے نشانات ان کے پہلو میں بن گئے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ امیر المومنین ہیں اور اسی حالت میں رہتے ہیں۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جس ذات نے عالم طفلی میں اسلام کی حقیقت کو تسلیم کیا۔ جس نے کبھی بھی بت پرستی نہیں کی۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے (جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی) جسے رسول ﷺ کی مقدس

زبان سے (ابوتراب) کی کنیت نصیب ہوئی تھی۔ جس کی عدیم المثال بہادری، بے نظیر علمی قابلیت، عدل وانصاف اور زہد وعبادت کا ہر شخص معترف تھا۔ جس کے متعلق غزوہ تبوک کے موقع پر رسول ﷺ نے فرمایا تھا ''تم ہارون کی طرح (جو نائب حضرت موسیٰ تھے) میرے نائب وقائم مقام ہو۔'' دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' ﴿جو کوئی مجھے اپنا آقا سمجھتا ہے، وہ علیؓ کو اپنا آقا سمجھے﴾ جو آپ کے زمانہ میں کاتب وحی اور فرامین تھے۔ جو آپ ﷺ کی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے عزیز شوہر تھے۔ جن کی علمی قابلیت کا اعتراف حضرت عائشہؓ، حضرت مسروقؒ، ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ وغیرہم جلیل القدر صحابہؓ وتابعینؒ نے کیا ہے۔

اس ذات کا خوف قیامت اور عذاب آخرت کے محاسبہ سے یہ حال تھا: ''راتوں کی تنہائیوں اور اندھیروں میں اس طرح بلک بلک کر روتے تھے جیسے کسی زہریلے جانور کا ڈسا ہوا آدمی روتا ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہؓ

جن کے متعلق خواب میں فرشتہ نے آنحضرت ﷺ کو حرم نبوی ہونے کی بشارت دی تھی۔ جن کے سوا کوئی کنواری بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں نہ تھی۔ جن کے بستر کے علاوہ کسی دوسری ام المومنینؓ کے بستر پر وحی نازل نہ ہوئی۔ جن کے آستانہ پر حضرت جبرئیل نے اپنا سلام بھیجا اور اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی بناء پر ممتاز تھیں۔ جن کی عصمت وعفت پر قرآن نے شہادت دی۔ جن کی ذات سے مومن ومنافق کی تمیز ہوئی اور خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا۔ جن کے متعلق عطاء بن رباحؒ فرماتے ہیں: ''حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام سے سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں اور نسوانی زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کی اصلاح انہوں نے نہ کی ہو۔''

عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں'' قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب اور تاریخ ونسب میں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ جن کے متعلق خود وحی کی معصوم زبان نے فرمایا ہے اپنے مذہب کا ایک حصہ حمیراء سے سیکھو۔'' (حمیراء کے معنی گوری عورت) کے ہیں۔ ام المومنینؓ کا ایک لقب یہ بھی تھا۔

جن کی گود میں سر رکھے حضور اکرم ﷺ نے وفات پائی۔ ان کا خوف قیامت اور عذاب آخرت کے یقین سے یہ حال تھا کہ جب بیمار پڑیں تو لوگ عیادت کو آئے۔ بشارت دیتے تو فرماتیں: ''اے کاش! میں پتھر ہوتی، اے کاش میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔''

حضرت ابن عباسؓ نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہؓ کو تامل ہوا کہ وہ آکر تعریف نہ کرنے لگیں۔ بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ''آپ کا نام ازل سے ام المومنینؓ تھا۔ آپ آنحضرت ﷺ کی سب سے محبوب بیوی تھیں۔ نبی کریم ﷺ سے ملنے میں اب آپ کا اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے۔ خدا نے آپ ہی کے ذریعہ تیمم کی اجازت فرمائی۔ آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں۔ جو اب ہر محراب ومنبر میں شب وروز پڑھی جاتی ہیں۔''

فرمایا: ''ابن عباسؓ! مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو، مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی۔''

سیدہ عائشہ صدیقہؓ!

مولانا محمد منظور نعمانی!

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

یہ بعثت کے چوتھے سال پیدا ہوئیں۔ جیسا کہ معلوم ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں۔ جو اول المومنین ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ ام رومان بھی اولین مومنات میں سے ہیں۔ ازواج مطہرات میں سے یہ شرف تنہا انہی کو حاصل ہے کہ ان کے والدین ان کی پیدائش سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی دعوت ایمان کو قبول کر چکے تھے اور عنقریب ہی ناظرین کرام کو صحیح بخاری و صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے حوالہ سے معلوم ہوگا کہ خواب میں متعدد بار رسول اللہ ﷺ کو ان کی صورت دکھلائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ دنیا و آخرت میں آپ کی زوجہ ہونے والی ہیں۔

جب ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے خصوصی درجہ کا ایمانی تعلق رکھنے والی خاتون خولہ بنت حکیم نے آپ سے نکاح کے بارے میں گفتگو کی۔ وہاں اس سلسلہ میں صرف وہی حصہ ذکر کیا گیا جس کا تعلق حضرت سودہؓ سے تھا۔ اسی موقع پر انہوں نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں بھی عرض کیا تھا۔ جن کی عمر اس وقت صرف چھ، سات سال کے قریب تھی اور معلوم ہے کہ حضور ﷺ کی عمر شریف پچاس سال سے تجاوز ہو چکی تھی۔ اس حالت میں خولہ بنت حکیم کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے ساتھ نکاح کی تجویز پیش کرنے کی کوئی توجیہ اس کے سوا نہیں کی جا سکتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فیصلہ اس بارے میں عالم غیب میں ہو چکا تھا، اس کے عمل میں آنے کا ذریعہ خولہ بنت حکیم کی اس تجویز کو بنایا جائے۔

روایت کے الفاظ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ خولہ کو حضور ﷺ کے خواب کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا اور واقعہ یہ ہے کہ یہ خواب ایسا ہی تھا کہ کسی سے بھی اس کا ذکر نہ فرمایا جاتا...... بہر حال یہی ہوا خولہ نے حضور ﷺ کے سامنے سودہ بنت زمعہ کے ساتھ ہی حضرت عائشہؓ سے نکاح کی تجویز پیش کی۔ آپ نے جس طرح حضرت سودہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ تم ہی میری طرف سے پیام ان کو پہنچاؤ، اسی طرح حضرت عائشہؓ کے بارے میں بھی ان ہی کو مامور فرمایا کہ تم ہی ان کے والدین کو میری طرف سے پیام پہنچاؤ۔

چنانچہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچیں لیکن اتفاق سے وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ کی والدہ ماجدہ ام رومان تھیں۔ خولہ نے مبارک باد دیتے ہوئے ان کی بیٹی عائشہؓ کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پیغام کا ذکر کیا۔ انہوں نے سن کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکرؓ بھی آ گئے۔ خولہ نے ان کے سامنے بھی ان کی بیٹی عائشہؓ کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پیام کی بات کہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ''او تصلح

لہ وہی بنت اخیہ؟ ”مطلب یہ تھا کہ کیا عائشہؓ کے ساتھ حضورﷺ کا نکاح ہوسکتا ہے حالانکہ وہ ان کے بھائی کی بیٹی ہے؟ (حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات اس بنیاد پر فرمائی کہ عربوں میں جس طرح پہلے منہ بولے بیٹے کی حیثیت حقیقی بیٹے کی تھی، اسی طرح منہ بولے بھائی کی حیثیت حقیقی نسبی بھائی جیسی ہوتی تھی اور اسی طرح اس کی بیٹی سے نکاح کو جائز اور درست نہیں سمجھا جاتا تھا، جس طرح حقیقی نسبی بھتیجی سے نکاح کو درست اور جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔)

خولہ نے حضرت ابوبکرؓ کی یہ بات آنحضرتﷺ کو پہنچائی تو آپﷺ نے فرمایا: ”ھو اخی فی الاسلام وابنته تحل لی“ مطلب یہ تھا کہ ابوبکر میرے دینی اور اسلامی بھائی ہیں۔ نسبی بھائی نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی بیٹی عائشہؓ سے میرا نکاح اللہ کی نازل فرمائی ہوئی شریعت میں جائز اور صحیح ہے۔ اگر بالفرض وہ میرے حقیقی نسبی بھائی ہوتے تو ان کی بیٹی سے نکاح کرنا میرے لئے جائز اور درست نہ ہوتا۔ خولہ نے ابوبکرؓ کو حضورﷺ کا جواب پہنچایا تو فطری طور پر ان کو بڑی خوشی ہوئی لیکن اس بارے میں ایک رکاوٹ یہ تھی کہ عائشہؓ کی نسبت بچپن ہی میں جبیر ابن مطعم سے ہو چکی تھی اور اس نسبت کو ایک طرح کا معاہدہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے انہوں نے اخلاقی طور پر ضروری سمجھا کہ جبیر کے والد مطعم سے بات کر کے ان کو اس کے لئے راضی کر لیں۔ تاکہ میری طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی اور عہد شکنی نہ ہو۔ اس بارے میں گفتگو کرنے کے لئے وہ مطعم کے مکان پر پہنچے۔ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ یہ بعثت نبوی کا گیارھواں سال تھا۔ جبکہ رسول اللہﷺ اور آپ کی دعوت اسلام اور اس کو قبول کرنے والوں کے ساتھ کفار مکہ کی دشمنی انتہائی درجہ کو پہنچ چکی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے مطعم کے مکان پر پہنچ کر اپنی بات شروع کی اور کہا کہ میری بیٹی عائشہؓ کے بارے میں تمہارا اب کیا خیال ہے؟ اس وقت مطعم کی بیوی قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میں نہیں چاہتی کہ اب وہ بچی (عائشہؓ) ہمارے گھر میں آئے۔ اگر وہ آئے گی تو اس کے ساتھ اسلام کے قدم بھی ہمارے گھر میں آ جائیں گے اور ہم اپنے باپ دادا کے جس دین پر اب تک چل رہے ہیں۔ ان کے نظام میں گڑبڑ ہو جائے گی۔

مطعم کی بیوی کا یہ جواب سن کر حضرت ابوبکرؓ نے مطعم سے کہا کہ تم بتاؤ تمہارا فیصلہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تم نے اس (میری بیوی) کی بات سن لی۔ میری بھی یہی رائے ہے۔ حضرت ابوبکر مطمئن ہو کر واپس تشریف لائے اور خولہ سے کہا تم رسول اللہﷺ کو بلا لاؤ۔ وہ گئیں اور رسول اللہﷺ تشریف لے آئے اور اسی وقت نکاح ہو گیا۔

یہ شوال کا مہینہ تھا۔ جس کے قریباً ۳ سال بعد رسول اللہﷺ کا قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اس پوری مدت میں حضرت سودہ بنت زمعہؓ ہی آپﷺ کی منکوحہ رفیقہ حیات کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہیں اور وہی تنہا تمام امور خانہ داری انجام دیتی رہیں۔ بعثت کے قریباً ۱۳ سال پورے ہو جانے پر آپ نے بحکم خداوندی مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی۔ جیسا کہ معلوم ہے یہ سفر رازداری کے ساتھ رات میں ہوا اور تنہا حضرت ابوبکرؓ ہی کو اپنے ساتھ لیا۔ ان کے بیوی بچے سب مکہ مکرمہ ہی میں رہے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر قیام کے بارے میں

ضروری انتظام کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک شخص (عبداللہ بن اریقط) کو مکہ معظمہ بھیج کر اپنی اہلیہ محترمہ ام رومان اور دونوں صاحبزادیوں حضرت عائشہؓ اور ان کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ کو بھی بلوالیا اور رسول اللہﷺ نے زید بن حارثہؓ کو مکہ مکرمہ بھیج کر اپنے اہل عیال حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور دونوں صاحبزادیوں (حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ) کو بلوالیا۔

یہ وہ وقت تھا جب آپ مسجد تعمیر کرا رہے تھے اور اس کے ساتھ اپنے لئے چھوٹے چھوٹے گھر بنوا رہے تھے تو حضرت سودہ نے مکہ مکرمہ سے آکر انہیں میں سے ایک گھر میں قیام فرمایا۔ حضرت عائشہؓ جن کے ساتھ آپ کا نکاح تین سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہو چکا تھا۔ اب قریباً ۹،۱۰ سال کی ہوگئی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو ان کی غیر معمولی صلاحیت کا پورا اندازہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ تعلیم و تربیت، سیرت سازی کا بہترین اور سب سے مؤثر ذریعہ صحبت ہے۔ اس لئے انہوں نے خود ہی حضورﷺ سے عرض کیا ''اگر آپ کے نزدیک نامناسب نہ ہو تو یہ بہتر ہوگا کہ عائشہؓ آپﷺ کی اہلیہ اور شریک حیات کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہے۔''

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں طبرانی کے حوالہ سے خود حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے: ''قال ابوبکر یا رسول اللہ مایمنعك ان تبنی باھلك فبنی بی'' (فتح الباری ص ۳۶۶ جز ۵ طبع انصاری دہلی ۱۳۰۷)

آپ نے اس کو منظور فرمالیا اور وہ بھی آپ کے ساتھ آپ کے بنوائے ہوئے گھر میں مقیم ہوگئیں۔ راجح روایت کے مطابق یہ ۱ھ شوال کے مہینہ میں ہوا۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ چونکہ کبھی شوال کے مہینہ میں عرب میں طاعون کی وبا آئی تھی۔ اس وجہ سے اس مہینہ کو نامبارک اور منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا اور اس میں شادی جیسی تقریبات نہیں کی جاتی تھیں۔ لیکن ام المومنین حضرت صدیقہؓ کا مکہ مکرمہ میں نکاح بھی شوال کے مہینہ میں ہوا تھا اور جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آکر رفیقہ حیات کی حیثیت سے آپ کے ساتھ مقیم ہوئیں تو وہ بھی شوال کا مہینہ تھا۔ اس طرح حضرت صدیقہؓ کے مبارک نکاح اور مبارک رخصتی نے عربوں کی اس توہم پرستی کا خاتمہ کردیا۔

بعض قابل ذکر خصوصیات

ازواج مطہرات میں صرف انہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ صغرسنی یعنی قریباً ۹،۱۰ سال کی عمر میں رسول اللہﷺ کی صحبت اور رفاقت اور تعلیم و تربیت سے مستفید ہوتی رہیں۔ اسی طرح چند اور سعادتیں بھی تنہا انہی کے حصے میں آئیں۔ جن کا وہ خود اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ذکر فرماتی تھیں۔ فرماتی تھیں ''تنہا مجھے ہی یہ شرف نصیب ہوا کہ رسول اللہﷺ کے عقد نکاح میں آنے سے پہلے ہی آپ کو خواب میں میری صورت دکھلائی گئی اور فرمایا گیا کہ یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہونے والی ہیں اور آپ کی ازواج میں سے تنہا میں ہی ہوں جس کا آپ کی زوجیت میں آنے سے پہلے کسی دوسرے کے ساتھ یہ تعلق اور رشتہ نہیں ہوا اور تنہا مجھی پر اللہ تعالیٰ کا یہ کرم تھا کہ آپﷺ جب میری ساتھ ایک لحاف میں آرام فرما ہوتے تو آپﷺ پر وحی آتی۔ دوسری ازواج میں سے کسی کو یہ سعادت میسر نہیں ہوئی اور یہ کہ میں ہی آپ کی ازواج میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھی اور اس باپ کی بیٹی ہوں جو حضورﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

ملت ابراہیمی کی اہمیت!

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ!

اسلامی تقویم کا بارھواں مہینہ جس کو ہم ''ذوالحج'' کہتے ہیں اور اس کے بعد سال ختم ہو جائے گا۔ اس مہینے کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ان کے خاندان کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے خاندان کا لفظ اس لئے بول رہا ہوں کہ مکہ مکرمہ کی آبادی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا برابر کا حصہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کے ساتھ بہت خاص ربط ہے سرور کائنات محمد ﷺ اور ان کے خاندان کا، اس لئے آپ اور ہم نماز میں جو صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو اس میں یہ لفظ آپ کے سامنے آتے ہیں: ''اللھم صل علیٰ محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ۰ اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید'' ﴿اے اللہ! محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر، آپ کے خاندان پر ویسی ہی صلوٰۃ وبرکت نازل فرما جیسی تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل واولاد پر نازل فرمائی تھی۔﴾

اس لئے دونوں کی آپس میں مناسبت واضح ہوتی ہے اور ویسے بھی قرآن کریم میں ملت ابراہیمی کو ہمارے لئے ایک اصل قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ'' یرغب یہ رغبت سے ہے اور رغبت کا لفظ جس وقت عن کے ساتھ ہو تو یہ اعراض کے معنی میں ہوتا ہے۔ فی کے ساتھ استعمال ہو تو شوق اور محبت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ''رغبت فیہ'' مجھے اس سے رغبت ہے۔ تو صلہ کے بدلنے سے اس کا معنی بدل جاتا ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت، ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اس سے کوئی شخص منہ نہیں موڑ سکتا۔ سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو نادان بنا لیا ہو۔ عقل مند آدمی کا کام ملت ابراہیمی سے منہ موڑنا نہیں ہے۔ کوئی سفیہ اور نادان آدمی ملت ابراہیمی سے اعراض کرے تو کرے۔ عقل مند آدمی کا کام نہیں۔ سفیہ نادان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر بھی ممتاز کیا اور آخرت میں بھی وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں سے ہوں گے۔ گویا کہ دنیا کے اندر بھی ملت ابراہیمی برتری اور بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں شامل ہونے کا ذریعہ ہے تو ایسا طریقہ جو دنیا میں بھی انسان کو ممتاز کرے اور آخرت میں بھی انسان کے لئے اچھے درجات مہیا کرے اس طریقہ سے منہ موڑ لینا یہ عقل مند کا کام نہیں ہے۔

ملت ابراہیمی کی حقیقت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ طریقہ ہے کیا؟ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کیا ہے کہ جس سے منہ موڑنا نادانوں کا کام ہے؟۔

اس ملت کا ذکر اگلے الفاظ میں آ گیا:’’اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین ‘‘یہ ملت ابراہیمی ہے جب اللہ نے انہیں کہا’’اسلم ‘‘اور’’اسلم ‘‘کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ اسلام سے امر کا صیغہ’’اسلم ‘‘کا معنی ہم اپنی زبان میں یہ کرتے ہیں کہ تو اسلام لے آ۔ فرمانبردار بن جا۔ تو انہوں نے فوراً کہا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔ ورنہ اگر زیادہ واضح الفاظ کے ساتھ اس مفہوم کو واضح کیا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا:’’ابراہیم! اپنے آپ کو سپرد کردے۔‘‘انہوں نے کہا:’’یا اللہ میں نے اپنے آپ کو سپرد کردیا۔‘‘گویا کہ اپنے آپ کو سپرد کردینا۔ یہ ہے ملت ابراہیمی جس ملت سے منہ موڑنا عقلمند کا کام نہیں ہے۔ ملت ابراہیمی یہ ہے:’’اسلمت لرب العالمین ‘‘میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے سپرد کردیا۔

اب یہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا تو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو ہمارے لئے ایسے ہی نمونہ قرار دیا گیا جس طرح سرور کائنات ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لئے نمونہ ہے۔ اسوۂ حسنہ، اچھا نمونہ، بہترین نمونہ، قرآن کریم میں اس کا ذکر دو جگہ آیا ہے۔ ایک اس کا تذکرہ ہے سورۂ احزاب آیت ۲۱ میں:’’لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخرو وذکر اللہ کثیراً‘‘ سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔ یہ (سورہ احزاب) میں اور (سورۂ ممتحنہ) میں بھی اس طرح کا لفظ آیا ہے:’’لقد کان لکم فیہم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر ومن یتول فان اللہ ہو الغنی الحمید ‘‘تمہارے لئے ابراہیم اور ابراہیم علیہ السلام کے رفقاء میں اچھا نمونہ موجود ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے امیدیں لگائے ہوئے ہیں اور اللہ کو یاد کرتے ہیں اور جو منہ موڑ لے تو یاد رکھو! اللہ کو کسی کی ضرورت نہیں۔

اللہ حاکم بھی ہے محبوب بھی

اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ جیسے سرور کائنات ﷺ کی ذات کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا اور ہماری ملت بھی ملت ابراہیمی کہلاتی ہے اور اس ملت ابراہیمی کا خاصہ ہے اپنے آپ کو سپرد کردینا اور اس کا سب سے بڑا مظاہرہ عملی حج کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ جوڑ لگا رہا ہوں اس مہینہ کے ساتھ اس بات کا کہ حج میں ملت ابراہیمی کے سب سے بڑے عمل کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ وہ کیسے؟ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ شہادتین، اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، صوم رمضان، حج۔

شہادتین کے تلفظ کے ساتھ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ جس کے لئے ہم لفظ یہ بولتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوگئے۔ اسلام لانے اور مسلمان ہونے کا اظہار شہادتین کے تلفظ کے ساتھ کرتے ہیں اور شہادتین کے بعد چار عمل ہیں۔ جن کو ارکان قرار دیا جاتا ہے۔ چار اعمال کے متعلق حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی تعبیر ہے جو آپ کے سامنے عرض کررہا ہوں کہ ہمارا تعلق جب اللہ کے ساتھ ہوگیا تو پھر یہ تعلق دو طرح کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہم نے حاکم بھی مان لیا اور صرف حاکم ہی نہیں۔ بلکہ جیسے اللہ تعالیٰ خود کہتے ہیں:’’والذین آمنوا اشد حباللہ (بقرہ:۱۶۵)‘‘﴿مومنوں کو اللہ کے ساتھ بہت سخت محبت ہوتی ہے۔﴾ لفظ عشق قرآن وحدیث میں نہیں

آیا۔لیکن ''اشد حبا ''اسی معنی میں ہے اس میں اللہ اقرار کرتا ہے ہماری محبت کا اور یہ بہت بڑا تمغہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہمیں ملا ہے۔کیونکہ محبت کے دعوے تو لوگ بہت کیا کرتے ہیں اور محبوب بھی مان لے کہ فلاں کو میرے ساتھ محبت ہے۔یہ بہت بڑی سعادت ہے۔یہ بہت بڑا انعام ہے۔یہی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انعام دیا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ایمان والوں کو میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

اور پھر حدیث شریف کے اندر سرورکائنات ﷺ نے تو بہت واضح کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے۔مزہ ایمان کا تب آتا ہے۔جب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت سب سے زیادہ ہو یہ مستقل موضوع ہے۔

ایک تو محبت کا تعلق ہو گیا اللہ کے ساتھ اور دوسرا اللہ کو ہم نے حاکم مان لیا: ''الیس اللہ باحکم الحاکمین (تین:۸) ''سب حاکموں سے بڑا حاکم ہم نے مان لیا۔اب اللہ تعالیٰ کی حاکمیت یہ رعب اور دبدبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت میں مٹھاس اور پیار ہے۔اب اس کا اظہار دو طرح سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دو کام ایسے متعین کئے ہیں۔جن سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت نمایاں ہوتی ہے: ''اقامت صلوٰۃ ''اس میں اللہ کی حاکمیت کا اور اپنے عجز کا کتنا اظہار ہوتا ہے۔یہی ہے حقیقت صلوٰۃ کہ اللہ کی عظمت کا اعتراف اور اپنے عجز اور درماندگی کا اظہار۔

فضائل کی اہمیت

انسان جو عمل کرتا ہے۔اس میں تین درجے ہیں۔ایک درجہ ہوتا ہے مسائل کا،دوسرا درجہ ہوتا ہے فضائل کا،تیسرا درجہ ہوتا ہے حکمتوں کا۔مسائل کے ساتھ عمل کی صورت بنا کرتی ہے اور پھر یاد رکھیں زیب و زینت عمل کے اندر مستحبات کی پابندی کے ساتھ آیا کرتی ہے۔جس طرح مکان آپ بنالیں،اینٹیں لگالیں،دروازے لگالیں،نہ پلستر کریں نہ روغن کریں۔مکان تو تب بھی ہے۔لیکن صرف اسی پر اکتفاء کر لینا یہ انسان کی عادت نہیں۔مکان کی شان وشوکت اگر نمایاں ہوتی ہے تو پلستر،روغن اور بوٹوں کے ساتھ ہوتی ہے۔حالانکہ یہ چیزیں آپ کی زندگی میں کوئی اثر نہیں ڈالتیں۔یہ غیر ضروری ہوتی ہیں لیکن زینت ہمیشہ زوائد سے بنا کرتی ہے۔

ناک کاٹ دیا جائے تب بھی انسان ہے۔دانت نکال دیئے جائیں تب بھی انسان ہے۔سر،مونچھیں،ابرو،سب استرے سے مونڈ دیئے جائیں تب بھی انسان ہے۔ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں تو بھی انسان ہے،مرتا نہیں ہے۔لیکن ایسا انسان کسی کام کا نہیں ہے۔یہی حال ہوتا ہے سنن اور مستحبات کی پابندی کا۔اس لئے فرائض پر اکتفاء کر لینا ایسا ہے جیسے ڈھانچہ بنالیا۔لیکن اس کے اندر خوبصورتی،زیبائش اور کشش ہمیشہ مستحبات کی پابندی کے ساتھ آتی ہے۔اس بات کو یاد رکھیں۔اس لئے سنن اور مستحبات کو کبھی بھی غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز نہ کیا کریں کہ عمل کے اندر زیب و زینت اسی سے آتی ہے۔اگرچہ عمل کی نفس حقیقت فرائض کی پابندی کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے۔

اصل دار و مدار مقبولیت ہے

باقی رہی فضائل کی بات تو یہ ہیں ہمیں ترغیب دینے کے لئے۔لیکن ان کا دار و مدار ہے مقبولیت پر۔اگر

ایک عمل آپ نے بہت سنبھال کر کیا ہے۔ مسائل کی پوری رعایت رکھی ہے۔ لیکن اس کے اندر کوئی اس قسم کی بات آگئی کہ اللہ نے اس عمل کو قبول نہیں کیا تو آپ ڈھیروں فضائل یاد کرلیں۔ لیکن جب اللہ کی دربار میں حاضر ہوں گے تو کھوٹا سکہ ثابت ہوگا۔ فضیلت تب ہے جب قبولیت ہو جائے۔ اگر قبولیت نہیں تو فضیلت کس کام کی؟

یہ بات بغیر دلیل کے نہیں کہہ رہا۔ آپ تبلیغی اجتماعات میں سنتے بھی رہتے ہیں۔ پڑھتے بھی رہتے ہیں اور یہ حدیث تقریباً ہر کتاب کے اندر موجود ہے۔ بلکہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ اس بات کو بیان کرتے ہوئے بار بار بے ہوش ہوتے تھے۔ ایک آدمی آیا حضرت ابوہریرہؓ کے پاس اور کہتا ہے کہ ابوہریرہؓ! مجھے کوئی ایسی بات سناؤ جو تم نے خود نبی کریم ﷺ سے سنی ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں میں ایسی بات سناتا ہوں جو میں نے خود حضور ﷺ سے سنی ہے۔ یہ کہا اور غشی طاری ہوگئی۔ پھر ہوش سنبھالا اور کہا ہاں میں ایسی بات سناتا ہوں جو میں نے خود حضور ﷺ سے سنی ہے اور اس وقت پھر غشی طاری ہوگئی۔

تین دفعہ ایسے اثرات نمایاں ہوئے۔ پھر کہا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے سامنے سب سے پہلے تین آدمی پیش ہوں گے۔ جن میں سے ایک شہید ہوگا۔ ایک قاری ہوگا اور ایک سخی، مال خرچ کرنے والا شخص ہوگا۔ شہید سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے جو اللہ کے دشمن سے لڑتا ہوا شہید ہوا (یہ بظاہر کتنا اچھا عمل ہے، کتنا اونچا عمل ہے) کہ میں نے تجھے یہ یہ نعمتیں دی تھیں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا یا اللہ! میں تیرے راستہ میں لڑتا رہا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا گیا۔ اللہ کہے گا: ''کذبت'' جھوٹ بولتا ہے۔ میرے راستہ میں کب لڑا؟ تم نے بہادری ظاہر کرنے کے لئے اپنی شجاعت نمایاں کرنے کے لئے، لوگوں سے تعریف سننے کے لئے کیا تھا جو کچھ کیا تھا۔ جس مقصد کے لئے کیا تھا وہ مقصد پورا ہوگیا۔ میرے پاس اس عمل کی کوئی جزاء نہیں ہے اور اس کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ شہادت کتنا اچھا عمل تھا۔ لیکن جب قبولیت نہیں ہوئی تو فضیلت کہاں سے آگئی؟۔ اور ایک قاری قرآن سے پوچھا جائے گا تجھے اتنی نعمتیں دی گئیں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا یا اللہ! ساری زندگی تیرا قرآن پڑھایا، ساری زندگی تیرا دین سکھایا، اللہ کہے گا جھوٹ بولتا ہے۔ قاری مشہور ہونا چاہتے تھے، لوگوں سے تعریف سننا چاہتے تھے، میری رضا کا ارادہ کب کیا تھا؟ میرے لئے کیا کیا تھا؟ یہ تو سب تو نے اپنے لئے کیا تھا۔ اس کو بھی اٹھا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اب یہ قرآن کا پڑھنا پڑھانا جس کو تمام اعمال کے مقابلے میں اچھا عمل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اگر قبول نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اور ایک مال خرچ کرنے والے کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ جہاں مجھے پتہ چلتا تھا کہ تو خرچ کرنے سے راضی ہوگا۔ میں وہیں وہیں خرچ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا جھوٹ بولتا ہے۔ (ترمذی ج۲ ص۶۳)

اس روایت کو پیش کرتے ہوئے ابوہریرہؓ پر غشی بار بار اس لئے پڑ رہی تھی کہ ہم اپنے عمل کے بارے میں کس طرح اطمینان کرلیں کہ پتہ نہیں کتنا اخلاص ہم میں ہے کتنا نہیں اور ایک ہم ہیں کہ کھاتے کھول کے بیٹھ جاتے ہیں یہ کام ہم نے کرلیا اس پر اتنا ثواب ملے گا۔

یہ عمل ہم نے کرلیا اس پر ایک لاکھ نماز کا اجر مل جائے گا۔ ہم نے یہ کام کرلیا اس کے اوپر یہ ہو جائے گا۔ یہ بات نہیں۔ اللہ نے ہمیں ترغیب دی ہے۔ لیکن عمل اللہ کے ہاں قبول ہوگا تو یہ انعام ملے گا۔ دعاؤں میں سب سے بڑی

دعا یہی کرنی چاہئے کہ یا اللہ! تیری توفیق کے ساتھ یہ ٹوٹے پھوٹے اعمال کر رہے ہیں یہ: ’’بضاعة مزجاة‘‘ ہے ’’فتصدق علینا‘‘ جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائی جب یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تھے تو کہا تھا یہ: ’’بضاعة مزجاة ‘‘ ٹھکرائی ہوئی چیز ہے۔ اسی طرح ہم بھی کہیں گے یا اللہ! تیرے سامنے یہی لے کے آئے ہیں۔ تیری شان کے لائق تو نہیں لیکن ٹوٹی پھوٹی تیری توفیق کے ساتھ جو ہو سکا لے آئے ہیں: ’’فتصدق علینا‘‘ یا اللہ! جو کچھ بھی ہوگا تیری طرف سے صدقہ ہے۔ یہ ہے اصل کے اعتبار سے ہمارا اپنے اعمال کے متعلق تاثر۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق کون کیا کر سکتا ہے؟ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کی توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

نماز اور زکوٰۃ میں شان حاکمیت کا اظہار

بہر حال نماز میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت نمایاں ہے اور یہی اثرات انسان کے اوپر نماز کے ہونے چاہئیں۔ اگر ساری زندگی انسان نماز پڑھتا رہا لیکن اس کے سامنے اپنی عظمت رہی، اپنی بڑائی رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز تو اس نے پڑھی۔ لیکن نماز کا رنگ اس کے اوپر نہیں چڑھا۔ نماز کا رنگ چڑھتا ہے تو پھر اللہ کی عظمت کے سامنے انسان اپنی نفی کرتا ہے کہ جو کچھ ہے اللہ ہی ہے میں کچھ نہیں ہوں یہ ہے جو اثر ہونا چاہئے نماز کا۔ اپنی نفی، اللہ کی عظمت کا اعتراف، اللہ کی کبریائی کا اظہار، یہی بات ہے جو ہمارے بزرگوں کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ یہ ہمارے مقابلے میں نہیں تھی ان کی بات، بلکہ اللہ کے مقابلے میں تھی۔ اللہ کی ہستی کے سامنے انہوں نے اپنی ہستی کو مٹا دیا تھا۔ یہ نماز کا اثر ہونا چاہئے تب ہم کہیں گے کہ نماز کا رنگ چڑھ گیا ورنہ جس کی ’’میں‘‘ ختم نہیں ہوئی۔ یوں سمجھو کہ وہ غذا تو کھاتا ہے۔ لیکن اس غذا کے اثرات بدن میں پیدا نہیں ہوتے۔

دوسرے نمبر پر ہے زکوٰۃ۔ زکوٰۃ کیا ہے؟ قرآن میں جا بجا ہے مثلاً: ’’انفقوا مما رزقناکم‘‘ جہاں بھی انفاق کا حکم آیا وہاں ’’مما رزقناکم ‘‘ کا ساتھ ذکر آیا۔ غور کریں اللہ تعالیٰ کہتا ہے ’’اس میں جو میں نے تمہیں دیا ہے‘‘ یہ لفظ بہت قابل غور ہے۔ میں نے آپ کو سو روپیہ دیا ہے۔ پھر میں کہوں کہ اس میں سے پانچ روپے فلاں کو دے دو تو کیا آپ کے لئے کوئی انکار کی گنجائش ہے؟ آپ کے لئے کوئی ناگواری کی گنجائش ہے؟۔

تو ہر وقت ذہن میں یہی رہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ سب اللہ کا دیا ہوا ہے۔ ہم اللہ کے مال کے امانت دار ہیں اور جہاں جہاں اللہ حکم دیتا ہے۔ خوشی کے ساتھ، رغبت کے ساتھ خرچ کرنا چاہئے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت نمایاں ہے کہ جیسے کوئی حکومت اپنی رعایا کے اوپر اخراجات متعین کر دیتی ہے کہ یہ تم نے اپنی آمدنی میں سے ادا کرنے ہیں اور ہم جب اس کو حاکم مان لیتے ہیں تو ٹیکس دیتے ہیں۔ اس میں حاکم کی حاکمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ میں بھی اللہ کی حاکمیت کا اظہار ہے۔

روزہ میں شان محبوبیت کا مظاہرہ

اور اس کے بعد ہے روزہ اور حج، حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ہے محبت کا مظاہرہ کہ جیسے آدمی کسی کی محبت میں گرفتار ہو جائے تو اس کی یاد میں کھانا پینا بھی بھول جاتا ہے تو یہ گویا ہم سے مشق کرائی جاتی ہے۔ سالانہ اللہ

کی یاد میں کھانا پینا چھوڑنے کی، لیکن اس کا اثر یوں ہوگا اب دیکھیں رمضان شریف سال میں ایک دفعہ آتا ہے۔ یہ ہماری روحانیت کی محبت ہے، کیا ہوتا ہے اس میں؟ روزہ کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی رضا کے لئے کھانا چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا اور ازدواجی تعلقات چھوڑ دیئے۔

اب روزہ کا اثر طبیعتوں پر یہ آئے گا کہ آپ گھر میں اکیلے ہیں۔ بھوک لگی ہوئی ہے۔ کھانا موجود ہے۔ کوئی دیکھنے والا نہیں۔ لیکن آپ نے جب روزہ رکھا ہوا ہے تو آپ وہ کھانا نہیں کھاتے۔ بھوک برداشت کرتے ہیں۔ آپ کا یہ تصور ہے کہ کوئی نہیں دیکھتا تو کوئی بات نہیں اللہ تو دیکھتا ہے۔ اب اللہ دیکھتا ہے تو آپ نے تنہائی میں کھانا چھوڑ دیا۔ پینا چھوڑ دیا۔ ازدواجی تعلقات چھوڑ دیئے۔

ایک مہینہ تک سال کے بعد یہ مشق کروائی جاتی ہے کہ آپ کے ذہن کے اندر یہ بات آجائے کہ اللہ دیکھتا ہے۔ ہم اللہ کے سامنے ہیں۔ اب یہ ایک عجیب بات ہے کہ اللہ دیکھتا ہے کی دلیل کے ساتھ ہم نے کھانا تو چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا، باقی سب چیزیں جو خلاف شریعت ہوں ہم ان کو اختیار کرلیں تو یہ روزہ کی ایک صورت ہوگی، حقیقت حاصل نہ ہوگی۔ حقیقت تب حاصل ہوگی جب یہ تصور پختہ ہوجائے گا کہ ہم ہر وقت اللہ کے سامنے ہیں تو جیسے ہم نے کھانا چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا، اسی طرح اگر ہم باقی نافرمانیاں ترک کریں گے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے روزہ کا اثر قبول کرلیا اور روزے سے جو اصل مقصود ہے اس کی حقیقت اور اس کے اثرات وہ ہمیں حاصل ہوگئے۔ یوں سمجھو کہ یہ تمہید ہے اللہ کے عشق کی کہ اللہ کے عشق ومحبت میں آکر کھانا، پینا چھوڑ دیا۔ نیند چھوڑ دی، رات کو کھڑے ہوکر قرآن پڑھتا ہے۔ دن کو کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا انداز ہے۔

حج ایک عاشقانہ عمل

آگے رمضان شریف ختم ہوتے ہی حج کا سیزن شروع ہوگیا اور حج کے سیزن میں تو پوری وارفتگی ہے، پورا عشق کا مظاہرہ ہے۔ سرور کائنات ﷺ سے کسی نے پوچھا یارسول اللہ! ''ما الحاج'' کامل درجہ کا حاجی کون سا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' کامل درجہ کا حاجی وہ ہوتا ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں۔'' پھر کسی اور نے پوچھا'' ما الحج '' کامل حج کیا ہے؟ فرمایا:'' العج والثج '''' کامل حج وہ ہے جس میں اونچی آواز سے تلبیہ پڑھا جائے اور خون بہایا جائے۔'' (ابن ماجہ ص ۲۰۸، مشکل فی المشکوٰۃ ۲۲۲،۱۲)

یعنی قربانی دی جائے۔ آپ اس پر غور فرمائیں گے تو بات آپ کے سامنے واضح ہوجائے گی کہ گھر سے آپ چلتے ہیں کیا کرنے آتے ہیں؟ کس لئے آتے ہیں۔ کس صورت میں آتے ہیں؟ ایک وقت آیا کہ اچھے بھلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ان کو اتار دو۔ آپ نے چپ کرکے اتار دیئے۔ کبھی پوچھنے کی جرأت نہیں کرتے کہ کیا فائدہ؟ سلے ہوئے کپڑے میں اور اس میں کیا فرق ہے؟

اور پھر حج ہے ہی چند حرکتوں کا نام۔ جیسا کہ دیوانہ آدمی پھرا کرتا ہے کبھی اوپر کو بھاگا جارہا ہے، کبھی نیچے کو بھاگا آرہا ہے۔ آج یہاں (منیٰ) بیٹھے ہیں۔ کل عرفات جانا ہے۔ وہاں سے مزدلفہ جانا ہے۔ مزدلفہ سے منیٰ آئیں گے۔ کنکریاں ماریں گے۔ کوئی ایک بات بتاؤ جو عقل کے مطابق ہو؟ اگر کوئی انسان عقل کے ساتھ سوچتا

چاہے تو کیا ہوگا؟ وہاں جا کر عرفات میں چند گھنٹے بیٹھے اور حاجی ہوگئے۔ چاہے آپ نے کچھ بھی نہیں کیا عرفات میں جا کر بیٹھ گئے حاجی ہوگئے۔ تو اس میں مکمل وارفتگی اور سپردگی ہے کہ بس اللہ نے حکم دیا ہم کر رہے ہیں اور ایسے کر رہے ہیں جیسے عشق کا مارا ہوا انسان بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ کبھی وہاں اپنے محبوب کو تلاش کرتا ہے کبھی یہاں اپنے محبوب کو تلاش کرتا ہے۔ کبھی ان پتھروں کو چاٹتا پھرتا ہے کبھی ان راہوں کی طرف بھاگ رہا ہے۔ یہ ساری حرکتیں صرف اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں سپردگی کہ جب اللہ کا حکم آ جائے تو پھر انسان سوچنا چھوڑ دے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ کیا مصلحت ہے۔ جو حکمتیں سوچ کے، مصلحتیں سوچ کے، عقل کے ذریعے اس کی افادیت کو مان کر عمل کرتا ہے۔ اس کا اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ عاشقانہ تعلق نہیں ہے۔ یہ حکیمانہ تعلق تو ہو سکتا ہے۔ وہ عقل کا پجاری تو کہلا سکتا ہے وہ اللہ کا پجاری نہیں کہلا سکتا۔ جو اللہ کے احکام کو عقل کے معیار پر پرکھ کر قبول کرتا ہے اور اگر عقل میں نہ آئے تو وہ قبول نہیں کرتا۔ تو اس عشق کا مکمل مظاہرہ حج کے اندر ہو جاتا ہے۔ اس لئے حج کے صحیح معنی اور حج کا صحیح اثر انسان کی طبیعت پر یہی ہونا چاہئے۔

احکام خداوندی کو عقل پر نہیں پرکھنا چاہئے

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن شیطان نے سجدہ نہیں کیا تھا۔ اللہ نے اسے ملعون ٹھہرا دیا۔ یعنی لعنتی قرار دے دیا۔ ایک سجدہ تھا جو کرنے کے لئے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو نمازیں فرض کی ہیں۔ تو ان میں کم از کم سترہ رکعات فرض ہیں اور ہر رکعت میں دو سجدے ہیں تو کل چونتیس سجدے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کئے ہیں۔ لیکن اس فرض کو ہم چھوڑے ہوئے ہیں اور نہیں کرتے تو بھی کافر نہیں۔ لعنتی نہیں۔ گنہگار ہیں۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے اور وہ ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود ہوگیا اور ہم چونتیس چھوڑے ہوئے ہیں تو بھی ہم مردود نہیں۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ نماز چھوڑنے سے انسان فاسق ہوتا ہے۔ اللہ ناراض ہوتا ہے۔ لیکن اس سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ اس کے لئے وہ بات نہیں جو شیطان کے لئے ہے۔

لیکن دونوں باتوں میں فرق کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہیں کہ اللہ! حکم تیرا ہے، کوتاہی ہماری ہے۔ لیکن اس نے کہا تیرا حکم مصلحت کے خلاف ہے۔ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں۔ یہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میں اس سے افضل ہوں۔ پھر افضل کو ادنیٰ کے سامنے جھکنے کا کیوں حکم دیا جا رہا ہے؟

جب اللہ کے حکم کو اس نے یوں اپنی عقل کے اوپر پرکھنا چاہا تو وہ مردود ہوگیا۔ بس یہ اصول ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ اسلام اس دور کے موافق نہیں اپنے وقت پر وہ ٹھیک تھا۔ یہ وہ شیطان والی بات ہے۔ اللہ کے احکام کے بارے میں اس کا نظریہ یہ ہے کہ آج کل کے دور میں یہ قابل قبول نہیں۔ آج کل یہ مصلحت کے مطابق نہیں۔ حالات کے مطابق نہیں۔ اس قسم کی باتیں کرنا اور اللہ کے احکام کو اپنی عقل پر پرکھنا یہ انسان کو دین سے خارج کر دیتا ہے اور ملت ابراہیمی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دو۔ جب ثابت ہو جائے کہ حکم اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے تو پھر اس کے سامنے اپنی مصلحتیں نہ بگھارا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

فتنوں سے حفاظت کا طریقہ!

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ستائیس سال سے برطانیہ میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ جس میں پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک سے بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین، مبلغین، علماء کرام اور بزرگان دین شرکت فرما کر تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت اور قادیانیوں کی شرانگیزیوں کا پرچار کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اس سال استاذ مکرم، حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی برطانیہ میں ہونے والی تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور حضرت الشیخ مدظلہ کی بندہ پر خاص عنایت ہے کہ حضرت الشیخ مدظلہ نے اس سفر میں اپنا خادم بننے کا شرف بخشا، یہ بندہ کے لیے بہت ہی سعادت کی بات ہے دوران سفر حضرت الشیخ مدظلہ کی توجہات وعنایات کا حظ وافر نصیب ہوا اور آپ کی ذات والا صفات سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور تربیت حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوا یہ محض اللہ کا فضل ہے اس پر جتنا اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔

اور وہاں آپ نے تحفظ ختم نبوت اور توحید وسنت کانفرنس اور دیگر مختلف اجتماعات سے ایمان افروز اور فکر انگیز خطبات ارشاد فرمائے۔ جن میں تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت، مقام نبوت، عظمت قرآن، نزول قرآن، استقبال رمضان، شب برأت کے فضائل اور عقیدہ معاد کی حقیقت واہمیت کو بڑے ہی سادہ اور دلنشیں انداز میں واضح فرمایا اور سامعین وحاضرین کے ایمان کو جلا بخشی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت الشیخ مدظلہ کے علمی، تحقیقی، اور فکری مواعظات وملفوظات کو کتابی شکل میں جمع کرنا شروع کیا تھا جس کی گیارہ جلدیں منظر عام پر آکر ہر خاص وعام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں، بارہویں جلد تیاری کے مراحل میں ہے ان شاء اللہ بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

افادہ عام کے لیے حضرت الشیخ مدظلہ کے سفر برطانیہ کے قیمتی جواہرات الگ ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیے جارہے ہیں، دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت الشیخ مدظلہ کا سایہ صحت وسلامتی کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھیں، اور اس رسالہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر دنیا میں ہدایت اور آخرت

میں نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین!

آخر میں انتہائی مشکور وممنون اور دعا گو ہوں عزیز القدر حضرت مولانا عبدالرزاق رحیمی صاحب اوران کے فرزندان عزیزم مکی اور عزیزم مدنی کا جنہوں نے حضرت الشیخ مدظلہ کے خطبات کو ریکارڈ کیا اور عامۃ المسلمین تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔

ابوطلحہ ظفر اقبال غفرلہ!

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ .

جانے والے سورج اور ہم موم بتی کی شکل ہیں

یہ مجلس استقبالیہ ہے جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے تو جس موضوع پر یہاں ہمارا (بزعمکم) اجتماع ہو رہا ہے کل سارا دن اس موضوع پر مختلف علماء کرام کے بیانات ہوں گے یہ گویا کہ ابتدائی ملاقات ہے، تو استقبالیہ کا معنی یہ ہوا کہ ایک تو یہاں والے حضرات نے ہمارا استقبال کیا اور ایک باہر سے جو آج مہمان آرہے ہیں ان کا استقبال ہم کر رہے ہیں تو ہمارا یہ تعلق آپس میں محض اللہ کے لیے اور اللہ کے دین کے لیے ہے۔

اب کوئی مرتبط اور مربوط گفتگو کا تو وقت نہیں رہا، اللہ تعالیٰ توفیق دے گا تو کل سارا دن آپ تقریریں سنیں گے، ایک بات آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں ہمیں آپ اس نظر سے نہ دیکھیں جس نظر سے آپ ہمارے جانے والے اکابر کو دیکھا کرتے تھے اور اس معیار پر ہمیں پرکھنے کی کوشش نہ کریں، ہماری مثال تو ایسے ہے جس طرح سورج کے غروب ہو جانے کے بعد تاریکی میں لوگ موم بتیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور موم بتیوں پر گزارہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہماری حیثیت ان کے مقابلہ میں سورج کے مقابلہ میں ایک موم بتی کی سمجھ لیجیے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے (آمین) ان کے ساتھ جو ہمیں نسبت ہے اس پر ہم جتنا شکر

ادا کریں اتنا کم ہے اللہ تعالیٰ اس نسبت کو قبول فرمائے اور جس راستے پر چلتے ہوئے ان لوگوں نے اپنی عمریں کھپادیں، اپنی صلاحیتیں ختم کردیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے بعد اسی راستے پر چلنے کی توفیق دے، اوران کے ساتھ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہماری بھی مغفرت فرمادے، ہمارے لیے یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

چونکہ اس شہر میں پہلی دفعہ حاضری کا موقع ملا ہے اگرچہ پہلی پہلی کانفرنس جب ہوئی تھی ۱۹۸۵ء میں اس وقت بھی میں حاضر ہوا تھا اس کے بعد اتفاق نہیں ہوا تو آپ حضرات کا یہ اجتماع دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

انسانوں کے بھیڑیے شیطان سے بچنے کا طریقہ

اوراسی پرہی آپ حضرات کی خدمت میں یہ عرض کررہا ہوں کہ سرورکائنات ﷺ نے فرمایا ''الشیطان ذئب الانسان'' مشکوۃ شریف میں روایت ہے کہ شیطان جو ہے یہ انسانوں کا بھیڑیا ہے جس طرح سے بھیڑیا ہوتا ہے شیطان بھی انسانوں کے لیے ایک بھیڑیے کی طرح ہے اور بھیڑیے کی یہ عادت ہے کہ جب یہ کسی بھیڑ کا شکار کرتا ہے، بھیڑ کو پکڑتا ہے تو آپ نے فرمایا اس کے شکار میں وہ بھیڑ آتی ہے جو غلہ سے اور اپنے اجتماع سے ایک طرف ہٹی ہوئی ہوتی ہے یا مجمع سے دور نکلی ہوئی ہوتی ہے یا اپنے راعی کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہوتی ہے ایسی بھیڑ جو ہے وہ بھیڑیے کا شکار ہوتی ہے۔

اور اگر بھیڑ ریوڑ کے اندر ہی ہو اور اپنے نگران کی نگاہوں میں ہو، ساتھ ملحق ہو تو وہ اکثر و بیشتر بھیڑیے کے حملے سے بچ جاتی ہے تو یہ مثال سرورکائنات ﷺ نے دی فرمایا کہ بھیڑیا ایسی ہی بھیڑ کو کھاتا ہے جو اپنے ریوڑ سے ہٹ کر ایک طرف چلی جائے کہنے کا مقصد یہ تھا، رسول اللہ ﷺ فرمانا چاہتے ہیں کہ اپنی جماعت کے ساتھ جڑ کر رہو کبھی بھی جماعت سے ہٹ کر انفرادا اختیار کرنے کی کوشش نہ کرنا، ایسا آدمی جو اپنی جماعت سے ایک طرف ہٹتا ہے اور علیحدہ کوئی راستہ اختیار کرلیتا ہے ساتھ مل کر نہیں رہتا ایسا شخص کبھی نہ کبھی شیطان کا شکار ہوجاتا ہے تو شیطان کے اثرات سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ اجتماعی زندگی میں انسان بڑوں کی نگاہ میں رہے، بڑوں کی سرپرستی میں رہے اور مجمع کے ساتھ جڑ کر رہے۔

اکابر کے ساتھ جڑنے کا فائدہ

جہاں فتنہ اور فساد کا دور ہے آج کل ایمان کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں اچھے لوگوں کے ساتھ مل کر رہنا اور اچھے لوگوں کے ساتھ جڑ کر رہنا یہ انسان کے لیے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، بھائی محمد یحییٰ صاحب نے بہت منتشر قسم کے موضوع اختیار کیے لیکن بہت قیمتی باتیں آپ کے سامنے کی ہیں وہ باتیں ساری کی ساری ایک ایک بات مزید تشریح کی محتاج تھی بہت تفصیل کے ساتھ انہوں نے بیان کیا۔

میں تو مختصر سی بات آپ کے سامنے یہی عرض کرتا ہوں کہ آپ کا یہ اکٹھا ہونا اور یہ مجمع اور کل جس طرح سے اجتماع ہوگا اس کی اہمیت آپ اپنے دل میں رکھیں اور آئندہ کے لیے بھی ہمیشہ اپنے اکابر کے ساتھ جڑ کر رہیں

اوران کی نگاہ میں رہیں اوران کی حفاظت میں رہیں اوراپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو، اہل وعیال کو، سب کو موجودہ دور میں اسی طرح سے اپنے بڑوں کے ساتھ جوڑ کر رکھیں گے تو ان شاء اللہ العزیز ایمان والی دولت جو ہے وہ محفوظ رہے گی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اور جہاں انسان جماعت سے علیحدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے یا جماعت سے کٹتا ہے تو ایسی صورت میں پھر اس کو مختلف گمراہ کرنے والے گمراہ کر لیتے ہیں۔

سب سے زیادہ خطرناک فتنہ

فتنے بہت ہیں اس میں کوئی شک نہیں، یہ فتنہ جس کے بارے میں یہ کانفرنس ہورہی ہے اس کو سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس لیے قرار دیا گیا کہ اس میں دھوکہ بہت زیادہ ہے۔

☆...... سکھ آپ کو سکھ بن کر کبھی آپ کے راستے سے ہٹا نہیں سکتا۔

☆...... ہندو آپ کو ہندو ظاہر کر کے کبھی آپ کے راستے سے بھٹکا نہیں سکتا۔

اور جو لوگ اپنے آپ کو ایک خاص عنوان کے ساتھ ذکر کریں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں، وہ اپنے آپ کو عیسائی یہودی قرار دے کر آپ کو آپ کے راستے سے پھسلا نہیں سکتے، یہ طبقہ ایک ایسا ہے جو مسلمانوں میں مسلمان بن کر گھسنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس جماعت میں شامل کر کے دھوکہ دیتا ہے اور بھٹکاتا ہے۔

حالانکہ ان کا کفران سب کافروں کے مقابلہ میں زیادہ نمایاں ہے اس میں کوئی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں، دلائل کے ساتھ ان کے کفر میں آپ جانتے ہیں کہ کوئی اخفاء رہا نہیں اب تو ان کا کفر اس درجے پر چلا گیا کہ دنیا کی کوئی عدالت ایسی نہیں جس نے ان کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک جماعت قرار نہ دیا ہو، چھوٹی عدالت سے لے کر بڑی عدالت تک، پاکستان کی اسمبلی نے مولویوں اور مدرسوں سے ہٹ کر یہ جو عدالتی نظام ہے انہوں نے بھی ان کو ایک علیحدہ مستقل فرقہ قرار دے دیا کہ یہ امت مسلمہ میں شامل نہیں، لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہیں اپنے آپ کو اسی میں شامل رکھنے میں بضد ہیں، اس لیے ان میں دھوکہ زیادہ پایا جاتا ہے تو اس فتنے سے بچانے کے لیے ہر وقت فکرمند رہنے کی ضرورت ہے۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنسز کے انعقاد کا مقصد

اسی فکر کو اجاگر کرنے کے لیے مختلف ملکوں میں، مختلف علاقوں میں، مختلف جگہوں میں یہ کانفرنسیں کی جاتی ہیں تاکہ آپ سب حضرات کو اس کے بارے میں متنبہ کیا جائے کہ آپ بھی ہوشیار رہیں اور آنے والی نسل کو بھی اس معاملے میں ہوشیار رکھیں اکابر سے تعلق رکھیں، اجتماعی زندگی اختیار کریں، انفرادیت اختیار کرنے کی کوشش نہ کریں تو ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ ہر طرح سے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا، مزید زیادہ گفتگو کی اس وقت گنجائش نہیں، وقت بھی کم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

شیخ الہند!

زاہد مقصود احمد قریشی!

برصغیر پاک وہند کی تاریخ صاحب علم عظیم لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ ہر دور میں ایسی شخصیات نے جنم لیا۔ جن کے علم وعمل وحسن کردار اور عزم وہمت کی بدولت وہ عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام پائے جنہیں رہتی دنیا تک کے لئے مثال قرار دیا گیا۔ ایسی ہی اولوالعزم اور تاریخ ساز شخصیات میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ بھی ہیں جو ۱۸۵۱ء میں یوپی کے قصبہ دیوبند میں مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۶ء بمطابق ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم درس گاہ سے تحصیل علم کے بعد وہیں پر معاون استاد مقرر ہوئے۔

۱۳۰۴ھ میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ آپ کے زمانہ تدریس میں دارالعلوم دیوبند سے علماء ومحدثین کی ایک عظیم الشان جماعت تیار ہوئی۔ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ اجتماعی اور انفرادی زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی مسلمان قوم کی راہ نمائی فرمائی۔ تعلیم کے شعبہ میں آپ نے جن خطوط پر راہ نمائی فرمائی وہ آج تقریباً ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی قوم کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ ایک تاریخ سازش شخصیت تھے جن کے وجود سے تاریخ کے کئی منفرد باب قائم ہوئے۔ فکر ونظر کے کئی دریچے کھلے جن کے کردار پر تاریخ بجا طور پر فخر کرتی ہے۔ آپ اس عہد کی ایک عظیم اور نادر روزگار شخصیت اور مذہب وسیاست میں سلطان وقت اسکندر اعظم تھے۔

آپ ایک جامع الصفات عظیم انسان تھے۔ جن کی نظر میں تمام خلق انسانی خدا کا گھرانا اور وہ اس پورے گھرانے کی فلاح وبہبود کے لئے فکر مند ہو۔ جس کی ملت پروری کا یہ عالم ہو کہ بلقان کی جنگ اور طرابلس کے میدانوں میں کسی مسلمان کے پیر میں کانٹا چبھے تو وہ کسی قریہ سعادت کی مسند رشد وہدایت پر اور مجلس درس وتدریس میں تڑپ اٹھے۔ لیکن اس کی انسانی ہمدردی وغم گساری کا یہ عالم ہو کہ اپنے غلام ملک میں ایک ایک برادر وطن کے لئے اپنی زندگی کی راحتوں کو قربان کر دے۔ جس نے میدان جنگ میں خدا اور اس کی بخشی ہوئی آزادی کے دشمنوں سے نفرت کرنا سیکھا ہو۔ لیکن جو خلق خدا سے محبت کرنے اور انہیں ان کی چھینی ہوئی آزادی دلانے کے لئے پیدا ہوا ہو۔ آپ اپنی زندگی کے تمام اعمال روز وشب کے معمولات اپنی شکل وصورت اور وضع وقطع میں ایک مذہبی زندگی اور شخصیت کی مثال تھے۔ لیکن وہ ملکی زندگی کے تقاضوں کو بھی سمجھتے تھے اور قومی فرائض کی بجا آوری میں وہ کسی قوم پرست سے پیچھے نہ تھے۔

آپ ایک مذہبی عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی زندگی میں راہ نمائی کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ وقت کی سیاست اور اس کی رفتار کے اندازہ شناس بھی تھے۔ مذہب وسیاست پر ان کی گرفت سخت تھی۔ آپ کی

خوبی یہ تھی کہ سیاست کے دریا میں اپنی کشتی کی تختہ بندی بھی کی اور دریا کے چھینٹوں سے اپنی زندگی کے دامن کو تر بھی نہ ہونے دیا۔ آپ کا وجود مقدس وگرامی مرتبت علم وادب، فکر ونظر، مذہب وسیاست، ایثار وعمل، اخلاق وسیرت اور مذہبی علوم وفنون کے مختلف دبستانوں کا ایک دبستان اور سینکڑوں انجمنوں کی ایک انجمن تھا۔ آپ کے وجود مقدس سے فیضان الٰہی کے سینکڑوں چشمے پھوٹتے تھے۔ دارالعلوم کی مسند درس وتدریس، اصحاب عمل، تعلیم وتربیت، جمعیۃ الانصار، نظارۃ المعارف القرآنیہ کا قیام، ترکی کے لئے ایثار وقت ومال، مولانا عبیداللہ سندھی کا سفر کابل، خود آپ کا سفر حجاز واسارت مالٹا، ریشمی رومال کی تحریک، خلافت کی تحریک اور ترک موالات، ہندو مسلم اتحاد، دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ علی گڑھ کا ربط واتصال آپ کی دعوت اور راہ نمائی کے خاص عنوانات ہیں۔

آپ ایک ایسی جامع شخصیت ہیں جن کی علمی عظمت، روحانی کمالات، سرفروشانہ کردار، علمی خدمات اور جرأت وشجاعت کے اپنے اور بیگانے بھی معترف ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ برصغیر پر انگریزوں کے ناجائز قبضے کے خلاف اگر کوئی تحریک یا آواز اٹھی ہے تو اس کا منبع آپ کی شخصیت ہے۔ جن کی رگ رگ میں انگریز دشمنی بھری ہوئی تھی۔ سامراج دشمنی پر ان کا مزاج استوار تھا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی کے بعد دارالعلوم دیوبند کے تیسرے سپوت آپ تھے۔ جنہوں نے انگریز کے خلاف آزادی کی جدوجہد میں کلیدی کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو مالٹا کے جزیرے میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ دوران اسارت ایک دن بیٹھے بیٹھے رونے لگے۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت کیوں رو رہے ہیں۔ ہم پھانسی کے پھندے پر لٹکیں گے تو جام شہادت نوش کریں گے یہ تو سعادت کی بات ہے۔

آپ نے رعب بھری نظروں سے ساتھیوں کو دیکھا پھر فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ موت اور پھانسی کے خوف سے روتا ہوں؟ نہیں! بلکہ اللہ کی ذات بے نیاز ہے اس کی شان بے نیازی سے روتا ہوں کہ کبھی وہ بندے کی جان بھی لے لیا کرتا ہے لیکن قبول نہیں کرتا۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ اے اللہ! اگر تو نے جان لینے کا فیصلہ کر لیا تو اس کو قبول بھی فرما۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ انگریز تو پوری دنیا پر قابض ہے۔ آپ کی تحریک صرف ہندوستان تک محدود کیوں ہے؟

تو فرمایا کہ ہندوستان کی ایک اپنی جغرافیائی اہمیت ہے۔ اگر ہندوستان سے انگریز کے قدم اکھڑ جائیں تو پوری دنیا سے ان کے قدم اکھڑ جائیں گے اور پھر وہ کہیں بھی اپنا قبضہ برقرار نہیں رکھ سکے گا اور انہوں نے یہ ثابت کر دکھایا۔ کبھی انگریز کا دعویٰ یہ تھا کہ میری حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا اور کہاں اسے وہ دن بھی دیکھنا پڑا جب اس کی مملکت میں سورج طلوع نہیں ہو رہا۔

۱۹۲۰ء میں وفات کے بعد دوران غسل آپ کی پشت پر گہرے زخم کے نشانات پائے گئے تو ساتھیوں میں تشویش کی لہر اٹھی تو مولانا حسین احمد مدنی سے انکشاف ہوا کہ ایام اسارت میں انگریز نے آپ سے عہد وفا لینے

ہوئے اپنے حق میں فتویٰ لینا چاہا اور دھمکی دی کہ ہمارے حق میں فتویٰ دیں۔ ورنہ انگاروں پر لٹا دیا جائے گا۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ کی طرح جبل استقامت بن کر جلتے ہوئے انگاروں پر لیٹے ہوئے اپنے خون سے انگاروں کو بجھا کر حقیقی معنوں میں بلالؓ اور خبیبؓ کی وراثت کو ثابت کیا اور آپ کے پایہ استقلال میں ذرا بھی کمی نہ آئی۔

آپ صرف نظریاتی طور پر دینی اور دنیاوی تعلیم کے ملاپ کے قائل نہ تھے۔ بلکہ عملی طور پر بھی انہوں نے جدید وقدیم میں ملاپ کی کوششیں کیں۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر آپ پیرانہ سالی میں اپنی زندگی کے آخری سال جبکہ وہ چلنے پھرنے تو کجا بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے، نیشنل یونیورسٹی کا افتتاح کرنے کے لئے علی گڑھ تشریف لائے۔ جہاں خطاب کرتے ہوئے آپ کے دردمندانہ الفاظ یہ تھے:

''اے نونہالان وطن جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار جس سے میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقامات دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔''

ان الفاظ میں آپ کا جدید تعلیم یافتہ حضرات سے وابستہ امیدوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ جدید وقدیم کے ملاپ کی فکر اور ان دونوں کے درمیان موجود خلیج کو ختم کرنے کا درد بھی موجود ہے۔ آپ ایک بیدار مغز راہ نما تھے۔ نئے زمانے کے پیش آمدہ حالات کا درست اندازہ لگایا۔ مسلمان قوم کی سیاسی، تعلیمی اور دیگر میدانوں میں جامع راہ نمائی فرمائی۔ آپ کے نظریات کی راہ نمائی میں علماء ہند نے مستقبل کی سیاسی جدوجہد کا نقشہ تیار کیا اور آپ کی وطن واپسی کے ٹھیک ۲۷ سال بعد برصغیر لیلائے آزادی سے ہمکنار ہوا۔ انگریز سامراج ہندوستان سے رخصت ہوا۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان شیخ الہند کے فکر کی امین جماعت ہے۔ آپ نے جمہوری جدوجہد جلسہ وجلوس کے ذریعے اپنے پیغام کو پہنچانے کو جہاد قرار دیا۔

حجاج کرام کیلئے انمول تحفہ نقشہ حج

مرتب کردہ حافظ عبدالحمید صاحب بانی تعلیم القرآن ٹرسٹ

مختصر | نہایت آسان | قدم بہ قدم | دعا گو

نقشہ حج قدم بہ قدم کے بعد حجاج کرام کیلئے تحفہ عرفات

مرتب نقشہ حج نے انتہائی محنت اور جاں فشانی سے حاجیوں کی رہنمائی کیلئے مختصر آسان نقشہ حج ترتیب دیا ہے۔ جس میں نمبروں کے ذریعے ارکان حج ادا کرنے کا قدم بہ قدم بڑے احسن انداز میں رہنمائی کی گئی ہے اس خوبصورت نقشہ حج میں حج کی دعائیں بھی شامل ہیں گزشتہ سات سالوں کے دوران یہ نقشہ ہزاروں کی تعداد میں دینی جذبہ سے سرشار ہو کر دنیا بھر میں مفت تقسیم کیا گیا اس سال بھی اعلیٰ کاغذ آرٹ پیپر پر چار کلر میں انتہائی خوبصورت وجاذب نظر نقشہ حج شائع کیا جا چکا ہے۔

مفت حاصل کرنے کیلئے پتہ

دفتر دارالقرآن ٹرسٹ نزد مسجد امیر حمزہ جلا جیم تحصیل میلسی ضلع وہاڑی 0313-0301-7941493

ختم نبوت کورس میں شرکت کے تأثرات!

مولانا محمد انیس مظاہری!

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف وکرم سے بندہ کو یہ سعادت وتوفیق بخشی کہ مولانا اللہ وسایا صاحب کی دعوت پر حضرت سیدی مرشدی والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اجازت سے مورخہ ۲۰ رشعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۱ر جولائی ۲۰۱۲ء بروز بدھ چہارشنبہ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر دورہ ختم نبوت کے شرکاء کی خدمت میں افادہ واستفادہ کی غرض سے بندہ کی پہلی حاضری ہوئی اور اکابر سے سنی ہوئی باتیں اور کلمات خیر عزیز شرکاء کی خدمت میں عرض کرنے کا موقع ملا۔ بالخصوص سیدی وسندی وآقائی برکۃ العصر قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی کاندھلوی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ واعلیٰ اللہ مراتبہ کی تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں خدمات کے حوالہ سے گذارشات عرض کیں۔ اللہ کریم اس حاضری کو قبولیت عطاء فرمائے۔ نبی کریم خاتم المرسلین ﷺ کی شفاعت ومحبت کا ذریعہ بنائے۔

اس حاضری کے موقع پر سیدی وسندی ومرشدی حضرت والد ماجد دامت برکاتہم (حضرت الحاج حافظ صغیر احمد صاحب مدظلہ العالی) نے شرکاء دورہ کی خدمت میں اپنا ایک پیغام بندہ کے ذریعہ بھجوایا۔ بحمداللہ وہ پیغام بھی شرکاء کے سامنے عرض کردیا۔

پیغام حضرت جی مدظلہ العالی

عزیز شرکاء دورہ ختم نبوت! آپ لوگ نبی کریم ﷺ ذات بابرکات اور آپ کی شریعت مطہرہ کے تحفظ اور دفاع کا کام ختم نبوت کی عظیم نسبت پر کررہے ہیں اور کریں گے۔

میری یہ نصیحت اور پیغام ہے کہ آپ لوگ نبی کریم، خاتم المرسلین ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ تعلق قائم کرکے اور سنتوں کے بالالتزام واہتمام اتباع کرتے ہوئے کام کریں۔ پھر دشمن ویسے ہی بھاگے گا جیسے ہمارے اکابرواسلاف قدس اسرارہم کے سامنے سے بھاگتا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا سب سے بڑا مؤثر اور آسان طریقہ اور راستہ آپ پر درود شریف کثرت کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ہرنماز کے بعد ایک تسبیح مختصر ترین درود شریف ”وصلی اللہ علی النبی الامی “ کی پڑھ لیا کریں اور مرسلہ کارڈ میں مذکورہ درود شریف کے عمل کا اہتمام کرلیا کریں۔ بندہ دعاگو ہے کہ اللہ کریم آپ سب کی مساعی کو قبول فرمائے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق ومحبت ہی اس کام کی روح اصلی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دین متین کی سربلندی کا ذریعہ بناکر ہم سب کو آپ کی شفاعت حوض کوثر پر حاضری اور جنت الفردوس میں اپنے محبوبین کے ساتھ قرب خاص نصیب فرمادیں“ آمین ۰ بجاہ النبی الامی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وبوجہ الکریم ۰ برحمتک یا ارحم الراحمین!

شیخ الحدیث حضرت مولانا خورشید عالم کا سانحہ ارتحال!

مولانا سید محمد زین العابدین!

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۷رفروری ۲۰۱۲ بروز منگل رات تقریباً ایک بجے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید جامعہ دارالعلوم کراچی کے سابق استاذ، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہما کے چچازاد بھائی، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کے سابق ناظم دارالاقامہ وناظم تعلیمات اور قائم مقام مہتمم، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے دست راست اور معتمد خاص، جامعہ دارالعلوم وقف دیوبند کے سابق نائب مہتمم اور موجودہ شیخ الحدیث حضرت مولانا خورشید عالم اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ”اناللہ وانا الیہ راجعون“

قرب قیامت میں علم اٹھالیا جائے گا۔ چنانچہ اس دور میں علمائے ربانی کا یکے بعد دیگرے اس دنیا سے کوچ کرجانا بلاشبہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ حضرت مولانا خورشید عالم ان علماء میں سے ایک تھے۔ آپ ۱۳۵۳ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:

مولانا خورشید عالم بن مولانا ظہور احمد بن مولانا منظور احمد بن خلیفہ تحسین علی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ نے مکمل حفظ قرآن حضرت قاری محمد کامل سے کیا اور اس کے بعد ایک سال تک اپنے نانا حضرت ناظم اعلیٰ سے گردان کیا۔ ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم شیخ الحدیث حضرت مولانا اعزاز علیؒ سے حاصل کی اور مکمل درس نظامی دورہ حدیث تک دیوبند میں پڑھا اور ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں فاتحہ فراغ پڑھا۔ بخاری شریف آپ نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی۔ ترمذی حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی سے، مسلم حضرت مولانا فخرالحسن مرادآبادی اور سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا ظہور احمد سے پڑھی۔ جبکہ اس سال حضرت مدنی نے آخری دفعہ بخاری پڑھائی تھی۔ بعدازاں حضرت مدنی اس دنیا سے رحلت فرماگئے۔

فراغت کے بعد آپ کے والد ماجد مولانا ظہور احمد اور چچا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نے مشورہ کرکے آپ کو جامعہ دارالعلوم کراچی کی تدریس کے لئے منتخب فرمایا۔ چنانچہ آپ ۱۹۵۷ء میں انڈیا سے پاکستان تشریف لائے۔ یہاں آپ نے ۱۹۶۳ء تک درس وتدریس فرمائی اور اس وقت حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بھی دارالعلوم میں زیر تعلیم تھے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ کے والد رحلت فرماگئے۔ جس کی وجہ سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی نے آپ کو دیوبند واپس بلالیا۔ یہاں تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو ناظم دارالاقامہ بھی بنادیا گیا۔ پھر ناظم تعلیمات مقرر ہوئے اور ساتھ ساتھ دیوبند کے دارالافتاء اور دارالقضاء کے

رکن بھی نامزد ہوئے اور آخر میں حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے اہتمام کے دوران قائم مقام مہتمم کے فرائض بھی انجام دینے لگے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ دارالعلوم کے جید اور مقبول اساتذہ کی فہرست میں شمار ہوتے تھے۔

دارالعلوم وقف کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور ۱۹۹۲ء تک نیابت اہتمام کے فرائض انجام دیتے رہے۔۱۹۹۲ء میں صحت کی کمزوری کی وجہ سے آپ نے انتظامی کاموں سے اپنے آپ کو سبکدوش کرلیا اور مستقل طور پر تدریس سے متعلق ہوگئے۔پہلے صحیح مسلم اور پھر صحیح بخاری کا درس دیتے رہے۔آپ علم کا ایک بحر ذخار تھے۔ ہزاروں طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک بااخلاق انسان تھے۔دارالعلوم کے سانحہ کے وقت اگرچہ آپ نے حضرت قاری صاحب کا ہر طرح ساتھ دیا۔لیکن دیگر حضرات سے اختلافات میں حد اعتدال سے نہ بڑھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دیوبند گئے اور وہاں ان کے لئے خصوصی اجتماع کا انتظام کیا جس کے اسٹیج پر دونوں دارالعلوم کے اکابر موجود تھے۔وہاں متفقہ طور پر صدارت کے لئے حضرت مولانا کا نام چنا گیا۔

۷؍فروری ۲۰۱۲ء رات ایک بجے سینے کی تکلیف میں معمولی بیمار رہنے کے بعد کلمہ پڑھتے ہوئے رحلت فرماگئے۔حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم نے جنازہ پڑھایا۔ہزاروں کے مجمع نے شرکت کی۔قبرستان قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔آپ نے ۲ باصلاحیت صاحبزادے مولانا عارف قاسمی اور مولانا واصف قاسمی جو کہ دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ ہیں سوگوار چھوڑے ہیں۔حق تعالیٰ آپ کی مغفرت فرماکر آپ کو درجات عالیہ سے نوازیں اور صاحبزادوں کو آپ کا صحیح جانشین بنائیں۔آمین!

تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا!

مولانا اللہ وسایا!

فقیر سعودی عرب اور برطانیہ کے سفر پر تھا۔ اس دوران ۶ رجون ۲۰۱۲ء قبل از دوپہر کو اطلاع ملی کہ جناب فیاض حسن سجاد کوئٹہ میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

جناب فیاض حسن سجاد کو اللہ رب العزت نے بڑی فیاضی سے خوبیوں کا حصہ وافر نصیب فرمایا تھا۔ وہ اس دھرتی پر ان لوگوں میں سے تھے جو محض خلق اللہ کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے۔ جناب فیاض حسن صاحبؒ ساری زندگی فیاضی سے ہر طبقہ حیات سے تعلق رکھنے والے عوام وخواص کی خدمت کر کے دلی راحت وفرحت محسوس کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا وظیفہ حیات تھا جس کی ادائیگی پر ان کے جسم کا رواں رواں شگفتہ دلی کا منظر پیش کرتا تھا۔

فیاض حسن سجادؒ دست کوہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے مولانا نواب الدین ستکوہی تھے۔ جو قادیانی فتنہ کے خلاف بہت بڑے مناظر تھے۔ ان کی اولاد ملتان سے باہر وہاڑی روڈ پر آباد ہے۔ فیاض صاحبؒ کو علاقائی مناسبت سے رد قادیانیت گویا گھٹی میں ملی تھی۔

میرے ممدوح جناب فیاض صاحبؒ عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے حدی خواں رہے۔ موصوف کا خاندان فورٹ سنڈیمن (ژوب) میں آباد ہوا۔ وہاں پر قادیانیوں نے پر پرزے نکالے تو آپ نے ملتان دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں خط لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے وقت عنایت فرمایا۔ آپ کو کوئٹہ سے ژوب لیجانے والے ہم سفر جناب فیاض حسنؒ تھے۔ اسی ایک سفری ملاقات میں آپ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہوگئے۔

جناب فیاض حسن سجادؒ نے ژوب سے کوئٹہ رہائش منتقل کر لی اور روزنامہ جنگ سے تعلق جوڑا تو اس دور سے لے کر دم واپسیں تک آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بھرپور آبیاری کرتے رہے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو بنیاد کی اینٹ کی طرح ساری عمارت کا وزن اٹھائے ہوئے ہوتی ہے۔ لیکن نظر نہیں آتی۔

جناب فیاض حسن سجادؒ اخبار سے وابستہ تھے۔ ان کا سول سوسائٹی اور گورنمنٹ کے حلقہ سے ملنا رہتا تھا۔ کوئٹہ بلوچستان میں جہاں قادیانی سر اٹھاتے تو سانپ کے سر کو وہیں پر کچلنے کا کام اللہ تعالیٰ نے جناب فیاض حسن سجادؒ سے لیا۔ قادیانیت کو آپ نے ناکوں چنے چبوائے۔ مولانا شمس الدین شہیدؒ ژوب سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم وطن ہونے کے ناتے فیاض حسن سجادؒ کے ان سے گہرے مراسم تھے۔ دونوں حضرات نے قادیانیت کے خواب وخور حرام کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی قادیانی جو بلوچستان کے صوبہ کو احمدی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ پورے صوبہ میں ان کی ایک عبادت گاہ تھی وہ بھی سیل ہے۔ پورے ملک میں واحد صوبہ بلوچستان ہے جس کے ایک ڈسٹرکٹ ژوب میں قانوناً قادیانی افسر نہیں لگ سکتے۔ آج قادیانیت بلوچستان میں منہ چھپاتے پھر رہی ہے۔ اس کا تمام تر کریڈٹ جن نفوس قدسیہ کو جاتا ہے ان میں جناب فیاض حسن سجاد بھی نہ صرف شامل بلکہ ہراول دستہ کے سپہ سالار تھے۔

اخباری دنیا، کچہری، عدالت، سرکاری دفاتر، پرائیویٹ سیکٹر میں جہاں قادیانی گئے ان کے مذموم مقاصد وکافرانہ عزائم کو جناب فیاض حسن صاحبؒ نے ناکام بنایا۔

جناب فیاض حسن سجادؒ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ تمام مکاتب فکر کی قیادت سے آپ کے ذاتی خوشگوار تعلقات تھے۔ شیعہ سنی تنازعہ میں ہمیشہ انہوں نے اسلامیان بلوچستان کو ابتلائے عام سے بچانے میں گرانمایہ خدمات سرانجام دیں۔ جمعیت علماء اسلام کی قیادت ان کا دل وجان سے احترام کرتی ہے۔ آپ بھی ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ صف اوّل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ غرض دینی مدارس، مساجد، معابد، دینی جماعتیں شہریوں کی تجارتی یونینز تمام کے بنیادی مسائل کے حل کرانے میں آپ پیش پیش نظر آتے ہیں۔

جناب فیاض حسن صاحبؒ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد شریف بہاول پوریؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، صاحبزادہ طارق محمودؒ، حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، مولانا غلام مصطفیٰ بہاول پوریؒ، مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادیؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ، مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ، مولانا نذیر احمد تونسویؒ سے آپ کے درجہ بدرجہ نیازمندانہ و برادرانہ تعلقات تھے۔

آپ نے ”تحریک ختم نبوت میں بلوچستان کا حصہ“ پانچ صد صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی۔ جو تاریخی دستاویزی ثبوتوں سے مزین ہے۔ اس میں اتنی ثقہ معلومات ہیں جو بس آپ ہی کی محنت شاقہ سے منظر عام پر آئیں۔

آپ بہت ہی دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ آخری عمر میں دل کا عارضہ ہوا۔ اس سے آپ کی صحت مضمحل ہونا شروع ہوئی۔ اس کے باوجود آپ آخری وقت تک کسی کے محتاج نہ ہوئے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو معذوری سے بچائے رکھا۔

جناب فیاض حسن سجادؒ خدمت خلق، دردمند دل، فیاض طبیعت، سخی انسان، بہت ہی خیرخواہ دوست، نامور صحافی، دیانتدار، بھرپور محنت کے خوگر، جہاں جاتے اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرماتے۔ ہر مجلس میں ہر شریک مجلس کی آنکھوں کا تارا ہوتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ زندگی بھر انہوں نے کسی شخص سے زیادتی نہیں کی تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسا بے ضرر انسان خوبیوں کا مجموعہ، حسنات کا حسین گلدستہ، ہنستی مسکراتی باغ و بہار شخصیت، ہردلعزیز، باوقار۔ غرضیکہ بہت ہی قابل رشک صفات کے حامل انسان تھے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو خوب انسان بنایا تھا۔ وہ دوسروں کی خدمت کر کے تسکین پایا کرتے تھے۔ ان کی دل موہنے والی گرانقدر خدمات کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ وہ تاریخ کا ایک روشن باب تھے۔

آپ نے آخری عمر میں اپنی لائبریری کا متعدد حصہ ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے بھجوادیا۔ باقی حصہ کے متعلق فرماتے تھے کہ آپ آئیں جو جو چیز ضرورت کی ہو لیجائیں۔ نہ مجھے فرصت ملی۔ نہ ان کی صحت نے اجازت دی۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ وہ کیا دنیا سے تشریف لے گئے کہ تاریخ کا ایک باب ہی بند ہوگیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام حضروی c!

مولانا اللہ وسایا!

۱۴راگست ۲۰۱۲ء، بمطابق ۲۵ررمضان المبارک ۱۴۳۳ھ کو حضرت مولانا عبدالسلام صاحب حضرو میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب متبحر عالم دین تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ آپ کو مستحضر تھے۔ افہام وتفہیم کے امام تھے۔ آپ کی انہی خوبیوں نے آپ کو تعلیم کی دنیا میں ہردلعزیز بنادیا تھا۔ مولانا محمد صابر صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب دوساتھی تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے دینی تعلق قائم ہوا۔ حضرو میں جامعہ اشاعت الاسلام قائم کیا تو دونوں ایک ساتھ رہے۔ اتنے رکھ رکھاؤ والے انسان تھے کہ ان کے باہمی تعلق کو دیکھ کر لوگ سمجھتے تھے آپ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔

مولانا محمد صابر صاحب مرحوم کا پہلے انتقال ہوا۔ اب مولانا عبدالسلام بھی وہاں چل دیئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ دونوں حضرات نے جامعہ اشرفیہ سے فراغت حاصل کی تھی۔ شیخ الکل مولانا رسول خان، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ایسے جبال العلم شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو سراپا علم بنادیا۔

مولانا عبدالسلام اس وقت جامعہ اشاعت الاسلام کے شیخ الحدیث تھے۔ ہر دینی تحریک میں صف اوّل میں رہ کر علاقہ چھچھ کو سراپا تحریک بنادیتے تھے۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے لئے تحریک میں آپ طلباء کی بسیں لے کر اسلام آباد آئے اور مظاہرہ میں شرکت کی۔ غالباً ۸۴ گاؤں وقصبات کے مجموعہ کا نام چھچھ ہے۔ یہ خالصۃً علمی علاقہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ اس علاقہ کو بخارا سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔

مولانا نصیرالدین غورغشتی، مولانا عبدالرحمن کامل پوری، مولانا مفتی احمدالرحمن، مولانا قاری سعیدالرحمن، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مولانا عبدالقدیر مؤمن پوری، مولانا قاضی غلام گیلانی، مولانا قاضی زاہدالحسینی ایسے ہزاروں علماء اس علاقہ چھچھ سے تعلق رکھتے تھے۔

ان اکابر کے بعد علاقہ چھچھ کی اس علمی وامتیازی وصف کو قائم رکھنے، آبروئے علم کو تابدار بنانے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام حضروی کا بڑا حصہ ہے۔

آپ بنیادی طور پر مذہبی حوالہ سے اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ تھے۔ سیاسی حوالہ سے آپ کا جمعیت علماء اسلام سے تعلق تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے بھی دلی محبت فرماتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آسیہ نامی شیخوپورہ کی ایک مسیحی خاتون کو سزا ہونے پر تحفظ ناموس رسالت قانون کے خلاف بین الاقوامی مخالفانہ تحریک کو ناکام بنانے کے لئے اسلام آباد میں آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت گول میز کانفرنس رکھی۔ اس میں شرکت کے لئے دعوت نامہ آخری مرحلہ پر ان کو بھجوایا گیا۔ لیکن ان کی محبت کہ وہ اس میں تشریف لائے۔

مولانا عبدالسلام صاحب بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت کے حامل انسان تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد دنیا بھر میں خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اشاعۃ التوحید میں شامل بعض انتہا پسند لوگوں نے قائلین سماع پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ مولانا عبدالسلام خود عام موتی کے سماع کے قائل نہ تھے۔ لیکن قائلین سماع پر کفر کے فتویٰ کے سخت خلاف تھے کہ اس مختلف فیہ مسئلہ میں کتنے قائلین سماع پر زد پڑے گی تو آپ نے اندرون خانہ جنگ لڑی اور اس مؤقف کے بودہ پن کو واشگاف کیا۔ آپ نے ان انتہاء پسندوں از قسم چتروڑی وغیرہ کو اشاعۃ بدر کیا۔

اسی طرح آپ نے اشاعۃ کے دوستوں کے سامنے میٹنگوں میں مؤقف رکھا کہ کیا ہم دیوبندی ہیں یا نہیں؟ اگر دیوبندی ہیں تو حیات النبی ﷺ پر دیوبند کا وہی مؤقف ہے جو دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب دیوبندی نے فریقین کے صلح کرانے کے وقت فیصلہ تحریر فرمایا تھا۔ اس مؤقف کو جو نہیں مانتا نہ وہ دیوبندی ہے نا اشاعۃ سے اس کا تعلق ہے۔ وہ معتزلی، خارجی کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ وہ اکابر دیوبند کے مسلک سے ہٹا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اشاعۃ التوحید والسنۃ کی میٹنگوں میں اس مؤقف کو علی الاعلان دہرایا۔ اعتدال پسند اشاعۃ التوحید کے حلقہ میں آپ کے مؤقف کو بڑی پزیرائی ملی۔

آپ نے قاری محمد طیب صاحب قاسمی کے حیات النبی ﷺ پر فیصلہ کی عبارت پر مشتمل پمفلٹ شائع کر کے ملک بھر سے اپنے حلقہ اشاعۃ التوحید کے علماء اور بالخصوص اپنے شاگردوں، علماء، مدرسین، خطباء کے دستخط کرائے۔ ان کی مخلصانہ جدوجہد سے ملک بھر میں محبت کی ایک نئی فضا قائم ہوئی۔ اس پر ان کے حلقہ کے بعض پیشہ ور لوگ چین بجبیں بھی ہوئے۔ مگر آپ کے عزم کے سامنے وہ نہ ٹھہر سکے۔ ان کی اس معتدل پالیسی نے بہت ساری تلخیوں کو محو کردینے کی راہ پیدا کی۔

مولانا عبدالسلام حضروی اس دور میں بہت غنیمت شخص تھے۔ ان کی سادگی، وضع داری، اخلاص بھری کاوش تاریخ کے انمٹ نقوش ہیں۔ وہ کیا گئے بہت ساری خیر و برکت بھی ساتھ لے گئے۔

مولانا فیض محمود صاحب کا وصال

جمعیت علماء اسلام ضلع لودھراں کے سیکرٹری جنرل مولانا فیض محمود صاحب گذشتہ ہفتہ دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا موصوف باب العلوم کہروڑپکا کے فارغ التحصیل عالم دین تھے۔ آپ ایک اچھے واعظ تھے۔ آپ کا جنازہ علاقہ بھر میں مثالی جنازہ تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ نے جنازہ کی امامت فرمائی۔ مرکزی دفتر سے مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد انس نے ان کے گھر جاکر ان کی اولاد سے اظہار تعزیت کیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

مغموم و محزون شہر کوٹ قیصرانی کی تعزیت!

مولانا حافظ امان اللہ قیصرانی!

۲۱/اپریل ۲۰۱۲ء ہفتہ کے دن چوک عامر شہید کوٹ قیصرانی میں ایسی ذات باصفات پر جس کی تعریف وتوصیف میں رب ارض السماء رطب اللسان ہے۔ جس کی سلامی کو شجر و حجر جھکتے ہیں جس کی نظافت و پاکیزگی سے ملائکہ باوضو ہوتے ہیں جس کے رخ مہ جبیں سے بدر حسن مستعار لیتا ہے۔ اس در ثمین پر، فخر زمن وزمین پر اس علاقہ کا ایک منحنے راجپال نے زبان درازی کی۔ توہین رسالت کا مرتکب ہوا۔ اہل علاقہ کا قلب وجگر ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ ہنسا مسکراتا شہر سوگوار ہوگیا۔ آج چار ماہ گزرنے کو ہیں۔ شہر کے درودیوار کی نوک زبان ایک دردناک نوحہ ہے۔ جو اہل دل کے قلوب پر زہریلے نشتر لگا رہا ہے۔ اک مرثیہ ہے جو دل و دماغ کو حزن وملال کے جام پلا رہا ہے۔ آج شب ہفت نے سیاہ چادر تانی ہے۔ نیند کی لوری کے ساتھ۔ لیکن شہر کے لئے اس کے دامن میں گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے۔ خوف واضطراب کی آندھیاں ہیں۔ نیند کا نشان نہیں۔ آج جمعہ کا دن ہے جس میں سورج ہے اور اس میں روشنی بھی۔ لیکن روشنی میں دیکھنے والی آنکھوں پر ایک گرد سی ہے۔ ایک غبار سا ہے۔ چشم مدہوش ہر کوچہ و بازار بجھا بجھا سا لگتا ہے۔ ہر چہرہ اداس اور بے نور سا لگتا ہے۔ دماغ کی سکرین پر ایک ہی تصویر ہے۔ جو سکون اچاٹ کئے ہوئے ہے۔ چین وقرار کی ہر راہ مسدود کئے ہوئے: ”آہ وہ کیسا نگر تھا جو منحوس ہاتھوں سے اجڑ گیا“

درد والم کی بے شمار وادیوں سے گزر رہا ہے۔ لیکن یہاں رنگ ہی کچھ اور ہے۔ خاموش ماتم! جو سکون وراحت کی یوں بستی اجاڑ دے کم از کم اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ گستاخ رسول، شاتم رسول چالان ہوکر جیل پہنچ چکا۔ لیکن یہ سوال ہنوز اہل ایمان کی زندگی میں زہر گھولے ہوئے ہے یہ کیوں ہوا؟ اور کیسے ہوا؟ اور یہ افسوس بھی ناسور ہوتا جارہا ہے کہ ایسا بدزبان اور نغل شیطان، اس شہر کیوں پیدا ہوا؟ ایک نیک نام شہر کے رخ دلنواز سے داغ بدنما کیسے دھویا جائے؟ کوئی غازی علم دین کا شہر، کوئی عامر چیمہ شہید کا شہر، کوئی ثانی راجپال کا شہر...... یہ غم مکینوں کا بھی ہے مکانوں کا بھی۔ اس غم میں ڈوبے، مسکین شہر کے آنسو، آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں اور نبی محترم ﷺ کے فراق میں بلکتے کھجور کے تنے کی مانند، اس بلکتا تھڑکنا، چیخنا، چلانا کانوں سے سنا جاسکتا ہے۔ وہ تو آغوش رحمت میں آکر سکون پاگیا تھا۔ اس کے آنسو تو ردائے رحمت دو عالم نے پونچھ دیئے۔ لیکن اس بدقسمت بستی و شہر کا تا قیامت روتے رہنا مقدر ٹھہرا ہے اور کروٹ کروٹ کراہتے رہنا وظیفہ......:

اس شب کے مقدر میں سحر نہیں محسن

اس کا رونا ہے کہ نیک وبد کا اختلاط جہاں بھر میں ہے۔ زمین اگر نیک کاروں سے گل وگلزار ہے تو سیاہ کاروں سے زیر بار بھی۔ لیکن یہ جرم تو کہیں نہیں ہوتا جو میرے سینے پر ہوا۔ یوں بے چھری ذبح تو کوئی نہیں ہوتا جیسے مجھے کیا گیا۔ مجھے نہیں لگتا کہ فرزندان شہر کا سخت احتجاج، ہڑتال، مذکورہ بدبخت کی دھنائی، شہر کے روٹھے وقار کو واپس لا سکے گی۔ راحت ورافت کی نالاں محبوبہ، منا لائے گی۔ اس کا گزرنے والا اک اک سانس قیامت ہورہا ہے اور اس کی گزرنے والی اک اک گھڑی محشر۔ اس میں امید خیر، اس وقت بکھر جاتی ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ چلو یہ بدبخت قانون کے ہاتھوں اپنے

انجام کو پہنچ جائے گا۔ شمع رسالت کے پروانے اس کا تعاقب کریں گے۔ تختہ دار تک پہنچا کر آئیں گے۔ لیکن ان سانپوں کو بہم خوراک پہنچانے والا دست ابلیس تو پردہ غائب میں رہا۔ وہ خفیہ بدکردار عاشقان رسول ﷺ کے غیظ وغضب سے بچ گیا۔ وہ کوئی اور سانپ جھولی لے لے گا۔ وہ زہردار ہو کر پھر مجھے اجاڑے گا۔ میری عظمت وشرافت سے کھیلے گا۔ میرا امن وسکون غارت کرے گا۔ اسے کون اور کیسے سمجھائے کہ اب ایسے ہونے نہیں جا رہا۔ تیرے باہوش وپرجوش باسی، ہر دیدہ ونادیدہ سانپ کا سر کچلیں گے۔ ہر ظاہر اور خفیہ بدذہن کی گردن ماپیں گے۔ اسے قانون کے شکنجہ میں کسیں گے اور کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔ لیکن اسے یہ سب کچھ کہنے کو بھی جگر چاہئے۔ اس کی حالت زار دیکھ کر زبان گنگ ہو جاتی ہے اور زور گویائی سلب۔ اس کی بکھری زلفیں، ویران دل، کئی روز کی بے خوابی کا اثر لئے اداس چہرہ بجلی گرا رہا ہے۔ موسم بہار میں کھلے پھول وکلیاں، توہین رسالت کی لو سے مرجھائے ہوئے ہوا کے جھونکوں پر رقص کرنے والے شجر، ساکت وجامد بت بنے سراپا احتجاج، درختوں پر تسبیح وتحلیل کا سماں باندھنے والے ثناء خواں مہر بلب جیسے ان کے مرگ عظیم ہوئی ہے...... بلبل ہزار داستان کی زبان پر بھی ہزار قفل۔ البتہ کوئل کی اک کوک درد آشنا ہے جو کلیجے کے آر پار ہو رہی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ شرق وغرب جمع کروں۔ ساری کائنات لاکر اس کے قدموں میں بٹھاؤں۔ آنسو بہاؤں، اس غم والم پر مغموم ومحزون شہر کوٹ قیصرانی کی تعزیت کروں: ’’ہم گریباں چاک ماتم میں تیرے آئے ہیں یار‘‘

قسم بخدا اگر بسمل نیم جاں کی طرح تڑپتے اس حزیں کا حزن دور ہوتا نظر آتا تو یہ کوشش ضرور کرتا۔ کیونکہ یہ میرا گھونسلہ ہے۔ میرا خانہ بھی خان بھی۔ میرا شانہ بھی شان بھی۔ میری بہار بھی وقار بھی۔ میرا در بھی دربان بھی۔ لیکن ہمہ تن داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم۔ بلکہ ایسے جاں گسل زخم پر پھاہے کا کیا معنی۔ خانہ ویران آباد کرنے پر زندگی لگتی ہے۔ تخریب منٹوں میں ہوتی ہے اور تعمیر صدیوں میں: ’’بستی بسنا کھیل نہیں، بستے بستے بستی ہے‘‘

گھر کی خبر نہیں کے مصداق بھی خواہ اس کا جنوں کہہ لو یا حشر کی بدحواسی، قلب وجگر کے اس کارزار میں اپنے دل کو کتنی اور کیسی چوٹیں آئیں۔ اس طرف التفات ہی نہ ہوا۔ نظر ہی نہ گئی۔ جب مڑ کر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ قطعہ قلب دشت کربلا۔ اس کی شام، شام غریباں، صبح، صبح بے نصیباں، دل کی دھرتی بے آب وگیاہ بالکل چٹیل میدان، گویا یہاں کوئی خواب تعبیر ہوئے ہی نہ تھے۔ آبادکاری ہوئی ہی نہ تھی۔ انگاروں کا ڈھیر ہے۔ جس پر یہ قلب ناتواں گرا دیا گیا۔ دائیں کروٹ بھی انگارے اور بائیں کروٹ بھی انگارے۔ ان پر پھڑکتا تڑپتا کباب ہو رہا ہے۔ کوئی خوش منظر باعث تسکین نہیں، کوئی طفل تسلی لائق تلقین نہیں۔ آسمان میں بادلوں کا قافلہ درحقیقت قلب سوختہ کا دھواں ہے۔ یہ اس کی زور آوری کہ خون کی بجائے پانی برسا رہا ہے۔ غم وحزن کا آتش فشاں ہے جو سب کچھ راکھ بنانے کو بڑھ رہا ہے۔ اس کے انسداد کے لئے خاطر خواہ کاوش بھی نہیں اور اگر ہوتی تو شاید کارگر بھی نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ باہر کا منظر نامہ دراصل اندر کا ہی خبرنامہ ہے۔ اپنی جملہ توانائی دے کر اس مریض دل گیر کی عیادت کو اور اس کے روگ بے سوگ کا اندازہ لگانے کو جگر کی پٹیاں کھولیں، کہ دست بے دست کے ذریعے اس کے زخموں کی پیمائش کروں اور دیکھوں کہ یہ بڑے ہیں یا شہر ویراں کے۔ قوت فیصلہ غیر حاضر تھا۔ کوئی نتیجہ نہ ملا۔ اس صدائے بازگشت میں۔ پٹیاں پھر سے لپیٹ دیں کہ یہ جگر کا ہی جگر ہے: ’’ابن مریم ہوا کرے کوئی، میرے درد کی دوا کرے کوئی‘‘

ردِ قادیانیت میں حضرت پیر مہر علی شاہؒ کا مجددانہ کردار!

پیر سید معین الحق معین مدظلہ!

عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی اساس ہے۔ ہمارے حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس پر قرآن وحدیث میں پوری صراحت موجود ہے۔ اسی لئے سرکار دوعالم ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد جب جھوٹے مدعیان نبوت اٹھے تو ان کے خلاف جہاد کیا گیا۔ ہر دور میں جھوٹے نبی پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ میرے بعد تیس دجال وکذاب جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔

برصغیر پاک وہند میں جب انگریزوں نے اپنا تسلط جمایا تو مسلمانوں کو ہر لحاظ سے کمزور کرنے کی کوششیں شروع کردیں اور بعد میں ان کے احساس محرومی سے پیدا ہونے والی ذہنی کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جھوٹی نبوت کا دروازہ کھولنے کا پروگرام بنایا۔ تاکہ ان کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں ان کی نظر انتخاب گورداسپور کے باسی مرزا غلام احمد قادیانی پر پڑی۔ اپنے پروگرام کے مطابق حکومت برطانیہ کے گماشتوں نے مرزا قادیانی کو بطور مبلغ ومناظر متعارف کروایا اور ان کے عیسائی پادریوں کے ساتھ کئی ایک مناظرے کرائے۔ حیرت کی بات ہے کہ انگریز جیسی متعصب اور تنگ نظر قوم نے اپنے عہد حکومت اور کلی تسلط میں مرزا قادیانی کو عیسائیت کے بارے میں نہ صرف گندی سے گندی زبان استعمال کرنے کی اجازت دی۔ بلکہ زر کثیر خرچ کر کے ان کا لٹریچر بھی شائع کیا اور تشہیر کے لئے اپنا پورا زور لگایا۔ اہل نظر اسی وقت ہی بھانپ گئے تھے کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ مگر سادہ لوح مسلمان اسی دام فریب میں رہے کہ مرزا قادیانی دین اسلام کی خدمت کے لئے کوشاں ہیں۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی بظاہر تبلیغ اسلام اور غیرمسلموں کے ساتھ مناظرے کرنے کی وجہ سے شہرت حاصل ہونے پر رخ بدل کر مسیح موعود اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے۔

جب علمائے اسلام نے مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کی تردید کی تو انہوں نے چیلنج کر دیا۔ اپنی کتاب (ایام الصلح ص۵۹، خزائن ج۱۴ ص۳۰۷) میں لکھا کہ: ’’اس وقت آسمان کے نیچے کسی کو مجال نہیں کہ میری برابری کا دم مارے۔ میں اعلانیہ اور کسی خوف کے بغیر کہتا ہوں کہ جو لوگ چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں انہیں میرے سامنے لاؤ۔‘‘ جب مرزائی فتنہ ابھرنے لگا اور فساد فی الدین کا خطرہ الارم دینے لگا تو علمائے دین کی

طرف سے کئے گئے اصرار اور غیبی اشارات ملنے پر ۱۸۹۹ء میں حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہؒ نے ''شمس الہدایہ'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ جس میں قرآن وحدیث اور آثار صحابہؓ سے لئے گئے قطعی دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ حضرت مسیح ابن مریم کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور وہ بعینہ یعنی خود اپنے ہی جسم کے ساتھ آسمانوں پر زندہ ہیں اور زمانہ قرب قیامت میں بذات خود زمین پر نزول فرمائیں گے۔ مرزا قادیانی نے ایام الصلح میں بڑے تکبر کا مظاہرہ کیا تھا۔ جس پر حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ نے اپنی کتاب شمس الہدایہ میں امتحاناً مرزا قادیانی سے مطالبہ فرمایا کہ وہ کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ'' کی ترکیب بتلائیں۔ یہ کتاب چھپ کر پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ اس کی ایک کاپی مرزا قادیانی کو بھی قادیان کے پتے پر بھیج دی گئی۔

اس کتاب کے انداز استدلال اور طرز نگارش نے مسلمانان ہند میں ایک نئی روح پھونک دی۔ حتیٰ کہ امام مولوی عبدالجبار غزنوی صاحب نے حضرت پیر صاحبؒ کو عقیدت مندانہ خط لکھا۔ مورخہ ۲۰ رفروری ۱۹۰۰ء کو حکیم نورالدین قادیانی نے حضرت قبلہ پیر صاحبؒ کو بذریعہ خط بارہ سوال لکھ بھیجے۔ آپ نے ان کے جوابات تحریر فرمائے اور حکیم نورالدین قادیانی سے صرف ایک سوال کیا کہ آپ حقیقت معجزہ کی تشریح کریں۔ مگر آج تک اس کا جواب نہ آسکا۔

مورخہ ۲۰ رجولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی نے ایک اشتہار عام کے ذریعے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو عربی میں تفسیر قرآن لکھنے کا مقابلہ کرنے کے لئے للکارا۔ اس اشتہار میں گندی زبان استعمال کی اور مقابلہ کی تمام شرائط خود ہی طے کیں۔ مورخہ ۲۵ رجولائی ۱۹۰۰ء کو یہ اشتہار گولڑہ شریف میں موصول ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی دن مطبع اخبار ''چودھویں صدی'' سے اپنا جوابی اشتہار شائع کیا کہ مرزا قادیانی کی تمام شرائط کے ساتھ چیلنج قبول ہے اور ان کے لئے مورخہ ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء کی تاریخ مقرر کر دی۔

مورخہ ۲۴ راگست ۱۹۰۰ء کو آپؒ گولڑہ شریف سے روانہ ہوئے۔ راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے بذریعہ تار قادیان میں مرزا قادیانی کو اطلاع کی کہ میں روانہ ہو چکا ہوں۔ پھر دوران سفر لالہ موسیٰ ریلوے اسٹیشن پہنچ کر اسی مضمون کا تار قادیان دوبارہ ارسال کیا۔ جب آپ لاہور ریلوے اسٹیشن پر اترے تو پچاس (۵۰) جید اور مستند علمائے دین کی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ بعد ازاں سینکڑوں علمائے اسلام لاہور پہنچ گئے اور ہزاروں اہل ایمان جوق در جوق لاہور پہنچ گئے۔

آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ میں قیام فرمایا۔ مگر مرزا قادیانی کو قادیان میں اپنے خانہ تاریک سے باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوسکی۔ مورخہ ۲۵ راگست کا دن گزر گیا۔ پھر ۲۶ راگست کا دن بھی چلا گیا۔ مرزا قادیانی کو نہ آنا تھا نہ آئے۔ قادیانی جماعت تمام تر کوششوں کے باوجود مرزا قادیانی کو لاہور لانے میں ناکام ہوگئی تو اس جماعت کے ایک وفد نے حضرت قبلہ پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ مرزا قادیانی کے ساتھ مباہلہ کریں۔ یعنی ایک اندھے اور اپاہج شخص کے حق میں مرزا قادیانی

دعا کریں اور اسی طرح آپ بھی اندھے اور اپاہج کے حق میں دعا کریں۔ جس کی دعا سے اندھا اور اپاہج شفایاب ہو جائے اسی کو برحق مان لیا جائے۔

اس پر حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ مرزا قادیانی سے کہہ دیں کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجائیں میں حاضر ہوں۔ تفسیر نویسی کے معاملے میں بھی حضرت پیر صاحب نے فرمایا کہ ہاتھ میں قلم پکڑ کر تفسیر لکھنا تو عام سی بات ہے۔ ہمارے آقا مولا کریم ﷺ کی امت میں اس وقت بھی ایسے خادم دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خودبخود تفسیر قرآن لکھنے لگے۔

۲۷/اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں اہل اسلام کے بے مثال عظیم الشان اجتماع سے علمائے کرام نے خطابات فرمائے۔ آخر میں آپؒ نے دعا فرمائی۔ ۲۹/اگست کو واپس روانہ ہوئے۔ ۱۵/دسمبر ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی نے ''اعجاز المسیح'' کے نام سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر شائع کرتے ہوئے اس کو اپنی حقانیت کی آخری دلیل قرار دیا اور مولوی احسن امروہی قادیانی کو معاوضہ دے کر اس سے حضرت قبلہ پیر صاحبؒ کی کتاب ''شمس الہدایہ'' کا جواب لکھوایا جس کا نام ''شمس بازغہ'' رکھا گیا۔

ان دونوں کتابوں کے جواب میں حضرت قبلہ عالم نے دنیائے عالم واستدلال کا لازوال شاہکار تصنیف فرمایا جو ۱۹۰۲ء میں ''سیف چشتیائی'' کے نام سے شائع ہو کر مرزائیت کے لئے ملک الموت ثابت ہوا۔ علم کی دنیا میں سیف چشتیائی کو لازوال حیثیت حاصل ہوئی اور آج بھی حقانیت کے آسمان پر مہر منیر کی طرح نورفشاں نظر آتی ہے۔

سیدالعالمین ختم المرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے۔ مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ مگر قبلہ پیر صاحبؒ نے پیشین گوئی فرمائی کہ مرزا قادیانی تو مدینہ شریف کی حاضری سے بھی محروم رہیں گے۔ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور مرزا قادیانی مدینہ منورہ کی حاضری کے بغیر ہی اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

آج اس معرکہ حق و باطل کو ۱۱۲ برس بیت چکے ہیں اور قوت حق کی پے در پے فتوحات کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کا ''ورفعنا لک ذکرک'' کے مصداق ہر طرف بول بالا ہے۔ دریں اثناء مرزائی پاکستان کے آئین کے مطابق اقلیت قرار دیئے جاچکے ہیں۔ لیکن ان کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ لہٰذا تمام اہل اسلام کی ذمہ داری ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت پر مکمل ایمان کے ساتھ ساتھ اس کا پرچار بھی کریں اور اس کی اہمیت سے اوروں کو بھی آگاہ کریں۔ کیونکہ یہ اٹل اور ابدی حقیقت ہے کہ۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

احتساب قادیانیت جلد ۴۵ کا مقدمہ!

مولانا اللہ وسایا!

الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۰ امابعد!

لیجئے قارئین کرام! اللہ رب العزت کی توفیق وعنایت، فضل وکرم واحسان سے احتساب قادیانیت کی جلد پینتالیس (۴۵) پیش خدمت ہے۔

اس جلد میں جناب حضرت مولانا سید علی الحائری لاہوری، شیعہ رہنما، عالم دین، جنہیں شیعہ حضرات، حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین، صدر المفسرین، سلطان المحدثین، محی الملۃ والدین، رئیس الشیعہ، مدار الشریعہ، نباض دہر، حکیم الامت الناجیہ، سرکار شریعت مدار، علامہ، قبلہ، مجتہد العصر والزمان جیسے القابات سے موسوم کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات تو تقریباً طے بھی جاسکتی ہے کہ مولانا سید علی الحائری شیعہ حضرات کے نامور مذہبی سکالر تھے اور شیعہ حضرات میں ان کا مقام ومنصب یقیناً بلند تھا۔

چنانچہ ملعون قادیان مرزا قادیانی نے ’’دافع البلاء‘‘ نامی کتاب لکھی۔ جس میں سیدنا مسیح ابن مریم علیہما السلام اور سیدنا حسینؓ پر اپنی فضیلت ثابت کی۔ معاذاللہ!

مرزا قادیانی کی اس ملعونانہ جرأت اور احمقانہ جسارت، رذیل حرکت، خبیث شرارت پر شیعہ حضرات میں سے مولانا علی الحائری نے مرزا قادیانی کے خلاف اس کے زمانہ حیات میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ مولانا علی الحائری کی پانچ کتابیں ردقادیانیت پر فقیر کے علم میں آئیں۔ ان میں سے:

۱/۱...... **وسیلۃ المبتلاء لدفع البلاء:** ۱۲؍صفر ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۳؍مئی ۱۹۰۲ء کو آپ نے تحریر فرمائی۔ اس کے سات صفحات تھے اور مفید عام پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ اس میں موصوف نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور سیدنا حسینؓ کے حالات لکھ کر قادیانیوں کو دعوت دی کہ وہ سوچیں کہ ان مقدس حضرات کے عالی مقام سے ملعون قادیان کو کیا نسبت تھی؟ اس میں موصوف نے سیدنا حسینؓ کے حالات خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے تحریر کئے۔ اس لئے کہ مصنف خود شیعہ ہیں۔ لہٰذا مطالعہ کے وقت یہ بات پیش نظر رہے۔

۲/۲...... **تبصرۃ العقلاء:** یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ اس کے ٹائٹل پر مصنف نے اس رسالہ کا تعارف تحریر کیا ہے: ’’بتائید رب جلیل یہ رسالہ مرزا قادیانی اور حضرت امام حسینؓ کے حالات کا قرآن مجید اور ملائکہ اور انبیاء سلف سے تقابل کر کے آنجناب (سیدنا حسینؓ) کی فضیلت کا ثبوت ہے۔‘‘ یہ رسالہ چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲؍ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ مطابق ۸؍جولائی ۱۹۰۲ء کو آپ نے مکمل کیا۔ اس میں آپ نے خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے سیدنا حسینؓ کے مقام ومنصب کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ ان مباحث کا ہمارے موضوع ’’احتساب قادیانیت‘‘ سے تعلق

نہ تھا۔ ہاں! البتہ رسالہ، ملعون قادیان کے رد میں لکھا گیا تھا۔ اس لئے ردقادیانیت کا حصہ تو اس رسالہ سے ہم نے لے لیا۔ جو شیعی نقطہ نظر تھا۔ اسے حذف کر دیا گیا اور جہاں جہاں سے حذف کیا اس کے لئے علامتی نشان ...... یعنی نقطے ڈال دیئے۔ غرض ۴۴ صفحات میں سے ۲۶ صفحات ہم نے لئے۔ باقی کو ترک کر دیا۔ جو حصہ لیا اس میں بھی شیعہ نقطہ نظر کی جھلک موجود ہے۔ اس لئے کہ مصنف شیعہ ہے۔ لیکن ردقادیانیت پر شیعہ حضرات کا موقف جاننے کے لئے اس رسالہ کو ملخصاً احتساب قادیانیت کی اس جلد میں لے لیا ہے۔

۳/۳...... مہدی موعود: یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ یہ چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے یہ رسالہ شعبان ۱۳۴۴ھ میں تحریر کیا۔ گیلانی پریس لاہور سے خواجہ بک ایجنسی نے شائع کیا۔ اس میں بھی سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق تمام شیعہ نقطہ نظر آپ نے تحریر کر کے ملعون قادیان کے دعویٰ مہدویت کو اس پر پرکھا ہے اور اسے خوب کذاب ودجال ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ بھی خاصہ حذف کرنا پڑا کہ سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق شیعہ حضرات کا کیا موقف ہے؟ یہ ہمارے سلسلہ ''احتساب قادیانیت'' کا موضوع نہیں تھا۔ اس لئے اسے حذف کیا۔ ۲۴ صفحات لئے۔ جہاں سے حذف کیا علامتی نشان ...... یعنی نقطے ڈال دیئے۔ اس کے باوجود بعض چیزیں شیعہ نقطہ نظر کی بھی رہنے دی گئیں۔ ورنہ مرزا قادیانی کی جو گرفت مصنف نے کی ہے وہ بالکل سمجھ نہ آتی۔ یہ ناگزیر تھا۔ اس کو گوارا کر لیا گیا۔

۴/۴...... مسیح موعود: یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ اس کا تعارف خود مصنف نے ٹائٹل پر یہ دیا: ''مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کا قرآن وحدیث سے مدلل ثبوت اور مرزائیوں کے مایۂ ناز مسئلہ وفات مسیح کی مکمل تردید اور متعلقہ اعتراضوں کا مفصل فیصلہ۔'' یہ مکمل رسالہ من وعن لے لیا۔ خالصتاً حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر بحث ہے۔ ملعون قادیان کے دعویٰ مسیحیت کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ کہیں معمولی ترمیم واضافہ شاید ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ البتہ یہ رسالہ مکمل احتساب قادیانیت کی اس جلد میں آ گیا ہے۔ مصنف نے مارچ ۱۹۲۶ء میں رسالہ شائع کیا تھا۔ یاد رہے کہ ردقادیانیت پر موصوف کی ایک کتاب ''غایۃ المقصود'' چہار حصص پر مشتمل ہے۔ وہ چونکہ مکمل فارسی میں ہے۔ بغیر ترجمہ اس کی اشاعت اور وہ بھی ضخیم کتاب کی، سمجھ نہ آئی کہ کیا کروں۔ اس لئے اس جلد میں اسے شامل نہیں کیا۔ خیال تھا کہ احتساب کی ایک مکمل جلد میں شیعہ حضرات اور خارجی حضرات کے ردقادیانیت پر رسائل کو جمع کروں گا۔ تاکہ ردقادیانیت کا یہ گوشہ بھی سامنے آ جائے۔ لیکن اتنی ''برکات'' شاید ایک جلد نہ برداشت کر پاتی۔ چنانچہ مولانا علی الحائری کے رسائل اس جلد میں جمع ہو جانے پر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ باقی ...... باقی!

۞...... جناب سائیں آزاد قلندر حیدری قادری مقیم شاہی بھیرہ کے رہائشی تھے۔ ان کی پنجابی کی ایک نظم:

۵...... رگڑا مست قلندرادا: تھی جو ملک فتح محمد اعوان کے پاس خاطر کے لئے آپ نے تحریر فرمائی۔ اس کا قلمی نسخہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے۔ اسے احتساب قادیانیت کی اس جلد میں محفوظ کر رہے ہیں۔

ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا محمد رمضان علوی مرحوم جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ کے پاس بھی یہ نظم تھی۔ آپ نے اسے حضرت حافظ محمد حنیف ندیم مرحوم (جو کسی زمانہ میں ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے مدیر تھے) کو بھجوائی جو ہفت روزہ میں شائع ہوئی۔ یاد پڑتا ہے کہ حضرت علوی مرحوم نے تحریر فرمایا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھیرہ کے گردونواح میں یہ نظم اتنی مشہور ہوئی کہ گلی کوچوں میں نوجوان ترنم سے گروہ در گروہ جمع ہوکر پڑھتے تو ایک خوبصورت ماحول بن جاتا۔ رسالہ میں تو شائع ہوئی۔ کتابی شکل میں پہلی بار یہ اس جلد کا حصہ بن رہی ہے۔ فلحمد للہ تعالیٰ!

قلمی نسخہ جو مجلس کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے ٹائٹل پر فارسی کا یہ شعر بھی درج ہے:

محمدؐ رحمت اللعالمین است
و مرزا در کفر خانہ نشین است

۶/۱...... خاتم النبیین : یہ کتاب مخدوم العلماء حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی تصنیف لطیف ہے۔ جنوری ۱۹۷۷ء کا ایڈیشن جو ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور نے شائع کیا تھا۔ اسے ہم نے احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس ایڈیشن میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارات کا ترجمہ حاشیہ میں دیا گیا تھا۔ جسے ہم نے اصل مقام پر ساتھ شامل کر کے حاشیہ سے ختم کر دیا۔ تاہم ترجمہ یا توضیحی حواشی کی عبارات کو بین القوسین کر دیا ہے۔ تاکہ امتیاز قائم رہے۔ کتاب کے ٹائٹل پر یہ تعارف ناشر نے درج کیا تھا: ''یہ کتاب جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے مخصوص کمالات کا ذات محمدی ﷺ میں بیک دم جمع ہونے کی بے مثال تفصیلات پیش کرتی ہے۔ اس کا مطالعہ آپ پر واضح کر دے گا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ، نوح علیہ السلام کی استجابت، نار ابراہیم علیہ السلام کی گلزاری، یعقوب علیہ السلام کا گریہ، ایوب علیہ السلام کا صبر، موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضاء اور عیسیٰ علیہ السلام کا احیاء موتیٰ کس انداز سے ذات اقدس محمدی ﷺ میں ظاہر و جلوہ گر ہوا:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قاری محمد طیبؒ قاسمی دارالعلوم دیوبند کے پون صدی مہتمم رہے۔ اپنے دور میں علوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ صاحب کے آپ ترجمان و وارث تھے۔ ان کی کتاب پڑھ کر ہر قاری کا دل پکارے گا کہ آپ ﷺ ایسے باکمال خاتم النبیین کے بعد کسی اور کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اس لئے آپؐ کے بعد کوئی بھی دعویٰ نبوت کرے لاریب، کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یہ کتاب ''خاتم النبیین'' حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب قاسمیؒ نے ۱۷ شعبان ۱۳۷۷ھ کو مکمل فرمائی تھی۔ گویا آج ۱۴۳۳ھ میں اس کتاب کی عمر چھپن سال ہوگئی ہے۔

۲/۷…… ختم نبوت سورۂ کوثر کی روشنی میں: ہمارے مخدوم، مخدوم العلماء، حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیبؒ کی ایک تقریر جس میں سورۂ کوثر سے مسئلہ ختم نبوت کا استنباط کیا گیا۔ جسے دیوبند سے شائع کیا گیا۔ اس کا عکس صدیقی ٹرسٹ کراچی نے شائع کیا۔ جسے ہم احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۸…… اہل قبلہ کی تحقیق (مرزائی جماعت کی اسلام سے بغاوت): یہ رسالہ حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندکا مرتب کردہ ہے۔ آپ کی ایک کتاب ''مسلم پاکٹ بک' ہم احتساب قادیانیت کی جلد۲۰ میں شائع کر چکے ہیں۔ اس رسالہ کو اس کے ساتھ شامل ہونا چاہئے تھا۔ مگر اس وقت یہ رسالہ دستیاب نہ ہوا۔ اب ملا ہے تو احتساب کی اس جلد میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۱/۹…… مرزائیوں کے بیس سوالات کا جواب: مرزائیوں کے لاہوری گروپ کے مہنت محمد علی لاہوری نے مسلمانوں سے بیس سوالات کئے۔ جو دجل وتلبیس کا شاہکار تھے۔ بابو پیر بخش صاحب لاہوری، انجمن تائید الاسلام لاہور کے روح رواں نے ان کا جواب تحریر کیا۔ جو ماہوار رسالہ ''تائید الاسلام لاہور'' ج اش ۶، بابت جمادی الاوّل ۱۳۳۷ھ مطابق فروری ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔ یہ مکمل رسالہ انہیں جوابات پر مشتمل تھا۔ سوائے چند آخری صفحات کے جو علماء دیوبند کی قادیانیوں سے شرائط مناظرہ ومباہلہ کے بارہ میں گفتگو چل رہی تھی۔ اس پر ایڈیٹر نے رسالہ میں نوٹ لکھا۔ اس بحث کو بھی ہم نے شامل کر دیا۔ گویا مکمل رسالہ تائید الاسلام لاہور فروری ۱۹۱۹ء اس جلد میں شامل ہے۔

بابو پیر بخش کے ردّقادیانیت کے تمام رسالہ جات وکتب ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۱۱،۱۲ میں شائع کر چکے ہیں۔ یہ رسالہ بھی انہی جلدوں میں آنا چاہئے تھا۔ لیکن بعد میں دستیاب ہوا۔ لہٰذا یہاں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۲/۱۰…… خدمات مرزا: ماہنامہ تائید الاسلام لاہور میں ایک مضمون شائع ہوا۔ جس کی سرخیاں یہ تھیں۔ (۱) کیا کسی نبی کو ناجائز خوشامد کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟ (۲) پنجابی نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی ٹوڈیت کا ثبوت اس مضمون کو ''خدمات مرزا'' کے نام پر انجمن دعوت اسلام سنہری مسجد لاہور نے شائع کیا۔ ہم ایڈیٹر رسالہ کے نام پر اسے شامل کررہے ہیں۔ یعنی بابو پیر بخش صاحب کا گویا مرتب کردہ ہے۔

۱/۱۱…… مسیح کاذب: یہ کتاب سابق مرزائی جناب ملک نظیر احسن بہاری کی مرتب کردہ ہے۔ ۱۹۱۳ء کی شائع کردہ ہے۔ اب ۲۰۱۲ء میں مکمل ایک سو سال بعد شائع کرنے کی توفیق وانعام الٰہی کے شکر میں سراپا نیاز ہوں۔ الحمدللہ! مصنف نے ٹائٹل پر پہلے ایڈیشن میں تحریر کیا:

از مصرعہ اولین عنوان — ہجری بے رمز شد نمایاں
بے حمل بن مسیح پیدا است — از مصرعہ ثانیش ہویدا است

۱۳۳۱ھ

این برق کند شرر فشانی بر خرمن کذب قادیانی

۱۹۱۲ء

المسمّٰی بہ ’’مسیح کاذب‘‘

سلطان قلم کجا است آید شاید بفرار رونماید
گر قطع کن سر خلافت تاریخ بہم رسد ز ہجرت

۱۹۳۰ء......خارج: ۶۰۰......باقی ۱۳۳۰ھ

اس مختصر رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی دو درجن جھوٹی پیش گوئیاں اور الہامی اقوال کو واضح طور سے خود مرزا کی کتابوں سے چن کر بنظر آگاہی خاص وعام دکھائی گئی ہیں۔ جس سے اس کی جھوٹی مسیحیت اور مہدویت کا شیرازہ خود بخود ٹوٹ گیا اور اہل مذاق کے لئے تو تاریخوں کا یہ رسالہ گنجینہ ہے۔ مصنف جناب مولانا مولوی ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی، دی پرنٹنگ ورکس دہلی حوض قاضی میں چھپا ۱۹۱۳ء۔

۱۲/۲...... تائید ربانی (۱۳۳۱ھ) بجواب ہزیمت قادیانی: یہ رسالہ بھی مولانا ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی کا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے فیصلہ آسمانی تحریر فرمایا۔ ایک مرزائی ملک منصور نے ’’نصرت یزدانی بجواب فیصلہ آسمانی‘‘ تحریر کیا۔ اس کا جواب ۱۳۳۱ھ میں ملک نظیر احسن بہاری نے ’’تائید ربانی بجواب ہزیمت قادیانی‘‘ تحریر کیا۔ ۱۳۳۱ھ میں یہ رسالہ شائع ہوا۔ آج ۱۴۳۳ھ ہے۔ ایک سو دو سال کے بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کا سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

ربنا تقبل منا ۰ انك انت السميع العليم ۰ آمین!

۱۳...... چودھویں صدی کے مجددین: ضلع حافظ آباد کے جناب عبدالستار انصاری نے یہ رسالہ مرتب کیا۔ مولانا عبدالغفور ہزارویؒ جو بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین تھے۔ مصنف رسالہ ہذا ان کے تربیت یافتہ تھے۔ قادیانی محمد اعظم اکسیر نے چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے؟ نامی رسالہ لکھا اس کا جواب یہ رسالہ ہے۔ اسی طرح مصنف رسالہ ہذا عبدالستار انصاری نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے ایک ممبر کی رہنمائی کے لئے مختصر ختم نبوت پر دلائل جمع کر کے ملعون قادیانی کی تحریرات سے اس کا دعویٰ نبوت کرنا، ثابت کیا۔ اس رسالہ ’’چودھویں صدی کے مجددین‘‘ کے ساتھ اسے بھی شائع کر دیا۔ دونوں اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔ انصاری صاحب بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریر میں جگہ جگہ یہ رنگینی بھی نظر آئے گی۔

۱۴...... موضع پیکوان تھانہ کلانور کے جلسہ کا لب لباب: یہ مولانا اللہ دتہ ساکن سوہل ضلع گورداسپور کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔ موضع پیکوان تھانہ کلانور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں ۳۱ر جنوری، یکم، ۲ر فروری ۱۹۰۲ء کو جلسہ ہوا۔ اس موقع پر قادیانیوں نے حسب عادت قادیان سے جمال الدین کشمیری قادیانی کو بلوا کر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب اتفاق سے آگئے، اہل اسلام کی طرف سے انہوں نے مناظرہ کیا۔ آپ نے تقریر

کے بعد تحریر کا تحریری جواب دیا۔قادیانی ہوا ہو گئے۔قادیانیوں نے قادیان سے جاکر اشتہار شائع کیا۔ظاہر ہے جو اشتہار مرکز زور (قادیان) کے مسند نشین (معلم ملکوت مرزا قادیانی) کے ہاں شائع ہوگا۔اس میں دجل وتلبیس کے کیا کیا شاہکار ہوں گے؟ چنانچہ یہی ہوا۔غرض قادیانی اشتہار کا جواب اور جلسہ ومناظرہ کی روئیداد مولانا اللہ دتہ صاحب نے مرتب کر کے شائع کرائی۔ایک سو دس سال بعد دوبارہ شائع کرنے پر میری خوشی کو کوئی بھائی کیونکر جان سکتا ہے؟

۱۵...... معیار المسیح: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے ۱۳۲۹ھ میں ’’سردار خان بلوچ‘‘ قادیانی کے رسالہ کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ اپنے دور کے نامور ولی اللہ تھے۔ان کے قلم سے ملعون قادیان، مرزا قادیانی کی تردید ہمارے ایسے تحیدستان کے لئے مشعل راہ ہے۔بہت ہی خوشی کا موجب ہے کہ ایک سو چار سال قبل کا یہ رسالہ اس جلد میں شامل اشاعت ہورہا ہے۔

۱۶...... اتمام البرهان علیٰ مخالفی الحدیث والقرآن، لاثبات الحق الصریح فی حیات المسیح: احتساب قادیانیت کی جلد پینتالیس میں یہ کتاب شامل کی جارہی ہے۔جناب شیخ احمد حسین میرٹھی اوورسیئر کی تالیف لطیف ہے۔یہ کتاب ملعون قادیان، مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔اس میں زیادہ تر مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر جو جو اشکالات کئے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔شیخ احمد حسین میرٹھی اوورسیئر شیخ مدار اللہ عرف مدار بخش کے صاحبزادے تھے۔اخبار شحنہ ہند کے مہتمم جناب ابوادریس احمد حسن شوکت کے تحت شوکت المطابع میرٹھ میں پہلی بار یہ کتاب شائع ہوئی۔ایک سو نو سال بعد اس کتاب کی اشاعت ہم پر فضل ایزدی ہے۔ فالحمدللہ! یہ کتاب مجلس کے کتب خانہ میں فوٹوسٹیٹ نسخہ ہے۔فقیر نے کہیں سے حاصل کیا۔اس کے فوٹو کراتے ہوئے صفحہ ۳۴، ۳۵ کا فوٹو رہ گیا۔یہ صفحات فوٹوسٹیٹ سے غائب تھے۔میرے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں نے بھی جلد کراتے وقت صفحات کو چیک نہ کیا۔اب عرصہ بعد اس پر کام کی توفیق ملی تو سرے سے یاد نہیں آرہا کہ یہ کتاب کہاں سے فوٹو کرائی تھی؟ ماہنامہ لولاک میں اعلان کئے کہ جن کے پاس یہ کتاب ہے وہ ص۳۴، ۳۵ کا فوٹو دے دیں۔لیکن ’’خود کردہ را علاج نیست‘‘ میری حماقت کا مداوا نہ ہوسکا کہ فوٹو کراتے وقت صفحات کو چیک نہ کرپایا۔مجبوراً ان صفحات کی جگہ بیاض چھوڑ کر باقی کتاب مکمل پیش خدمت ہے۔لیجئے! اس سانحہ پر دماغ شائیں، شائیں کرنے لگ گیا ہے۔اسی پر بس کرتا ہوں۔تن گی کو غیر کیا جانے؟

۱۷...... السقر لمن کفر الملقب به فتوحات محمدیه بر فرقه غلمدیه: ۱۹۲۹ء کے نصف آخر میں انچولی میرٹھ میں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ سنبھلی لکھنوی ایسے مناظرین اسلام جن کا وجود اس دھرتی پر حجۃ اللہ کا درجہ رکھتا تھا۔جو صحیح معنی میں آیات من آیات اللہ تھے۔ان حضرات نے اس مناظرہ میں اہل اسلام کی نمائندگی کی۔

قادیانی مناظر مجاہد نامی جو الفضل قادیان کا ایڈیٹر بھی تھا۔ اس نے اپنی ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے الفضل ۵رنومبر ۱۹۲۳ء میں اس مناظرہ کی رپورٹنگ میں دجل وتلبیس سے کام لیا۔ جس کی جواب دہی کے لئے مولانا محمد مجتبیٰ رازی رامپوری نے قلم اٹھایا اور الفضل کے اس نوٹ کا یہ جواب لکھا۔ ''السقر لمن کفر، الملقب به فتوحات محمدیه برفرقه غلمدیه ''اس جلد میں تراسی سال بعد اس کی اشاعت ثانی پر اللہ تعالیٰ کی عنایت وتوفیق پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

غرض یہ کہ احتساب قادیانیت کی اس جلد ۴۵ میں شامل مندرجہ ذیل حضرات کے رسائل کی تعداد یہ ہے:

۱......	حضرت مولانا علی الحائری	کے ۴	رسائل
۲......	جناب سائیں آزاد قلندر	کا ۱	رسالہ
۳......	حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی	کے ۲	رسائل
۴......	حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی	کا ۱	رسالہ
۵......	جناب بابو پیر بخش لاہوری	کے ۲	رسائل
۶......	مولانا ملک نظیر احسن بہاری سابق قادیانی	کے ۲	رسائل
۷......	جناب عبدالستار انصاری	کا ۱	رسالہ
۸......	حضرت مولانا اللہ دتہ	کا ۱	رسالہ
۹......	حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی	کا ۱	رسالہ
۱۰......	شیخ احمد حسین میرٹھی	کی ۱	کتاب
۱۱......	مولانا مجتبیٰ رازی رامپوری	کا ۱	رسالہ

گویا گیارہ حضرات کے کل ۱۷ رسائل وکتب

اس جلد میں شامل ہیں۔ لیجئے! اگلی جلد تک کے لئے اجازت چاہوں گا۔ امید ہے کہ قارئین! اپنی نیم شبانہ دعاؤں میں فراموش نہ فرماتے ہوں گے۔

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

مدرسہ ختم نبوت، مسلم کالونی چناب نگر

۲۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۱۷ رجولائی ۲۰۱۲ء

نوٹ: آج سالانہ ختم نبوت کورس کی اختتامی دعا کے لئے یہاں جمع ہیں۔ مخدوم العلماء، شیخ الحدیث، حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم اپنے مبارک ہاتھوں سے کورس کے شرکاء کو اسناد عنایت فرمائیں گے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو آخرت میں تاجدار ختم نبوت کی شفاعت نصیب فرمائیں۔ آمین!

رتوچھ میں چار خاندانوں کا قبول اسلام!

رپورٹ: مولانا خالد میر!

رتوچھ ضلع چکوال کی تحصیل چوآ سیدن شاہ کا ایک مشہور گاؤں ہے جو کھیوڑہ روڈ پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں تقریباً ۶۰ قادیانی گھر ہیں۔ جن کا تعلق اعوان اور بھٹی برادری سے ہے۔ یہاں قادیانیوں کا ایک ارتدادی مرکز ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا مفتی محمود الحسن (جو اس وقت لندن میں جماعت کے مبلغ ہیں) اور مفتی خالد میر کی کوششوں سے اس گاؤں کے ایک نابینا شخص حافظ عمر حیات نے کچھ عرصہ قبل اپنے گھر میں دارالعلوم ختم نبوت کی بنیاد رکھی اور قرآن پاک کی تعلیم حفظ وناظرہ کا آغاز کیا۔ جس میں گاؤں کے بچے اور بچیاں ناظرہ پڑھنے لگیں۔ اس کے بعد بچے اور بچیوں نے حافظ صاحب کی اہلیہ محترمہ کے پاس قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ اس وقت گاؤں میں درجنوں بچے اور بچیاں نہ صرف حافظ قرآن ہیں۔ بلکہ دوسرے اداروں میں بھی مختلف مقامات پر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور یہ دارالعلوم جو حافظ عمر حیات کے مختصر صحن پر مشتمل ہے۔ اس گاؤں کا ایک اصلاحی ودینی اور تبلیغی مرکز بن چکا ہے۔ جس کی کوئی نمود ونمائش نہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے توکل علی اللہ دینی فریضہ انجام دے رہا ہے۔ یہاں وقتاً فوقتاً دوران سال تبلیغی واصلاحی تقاریب منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ خواتین کے بھی پروگرام ہوتے ہیں۔ جن سے خواتین معلمات خطاب کرتی ہیں۔ جو سیرت رسول ﷺ، عقیدہ ختم نبوت، شہادت سیدنا حسینؓ کے علاوہ نماز جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ رتوچھ میں پہلی مرتبہ یکم ربیع الاوّل کو ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ قادیانیت نے اس پروگرام کو رکوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ حتیٰ کہ ایس ایچ او چوآ سیدن شاہ کو بھی استعمال کیا۔ لیکن مجلس ختم نبوت ضلع چکوال کے مبلغ مفتی خالد میر کی بروقت موجودگی نے ایس ایچ او کو قائل کر لیا۔ اس طرح قادیانی ناکام ہوئے اور کانفرنس اپنی بھرپور شان وشوکت سے انجام پائی۔ اس پروگرام کے مہمان خصوصی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا تھے۔ مولانا اللہ وسایا کا پہلی بار رتوچھ گاؤں میں آنا اور عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر قرآن وحدیث سے مدلل اور اپنے تجربات کی روشنی میں پر مغز گفتگو کی۔ جس کے نتیجے میں یہ قادیانی مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں کے مسلمان ہونے کی خوشی میں رتوچھ گاؤں کی تمام مساجد سے نماز جمعہ کے بعد مسلمان ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے جامع مسجد صدیق اکبر بھٹی محلہ کی طرف ریلیوں کی شکل میں پہنچنا شروع ہوئے اور قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کو مبارک باد دی۔ قادیانیت سے تائب ہونے والوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں: شوکت علی بھٹی۔ زوجہ شوکت اقبال۔ نعمان شوکت۔ شوکت اقبال کی تین بیٹیاں۔ ملک سرفراز احمد۔ زوجہ ملک سرفراز۔ بیٹی ملک سرفراز۔ ملک محمد نعمان دانش۔ زوجہ نعمان دانش۔ خالد محمود بھٹی۔ زوجہ خالد محمود بھٹی اور ان کی ایک چھوٹی بیٹی شامل ہیں۔ مذکورہ خاندان نے مفتی خالد میر۔ حافظ عمر حیات اور خلیل بھٹی کی موجودگی میں مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کیا اور حافظ عمر حیات نے ان کے نکاح کی تجدید کی۔

پروگرام سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس اترا!

مولانا محمد اسلم!

جس میں سب سے پہلے تلاوت کلام الٰہی سے ابتداء ہوئی۔ قاری خدا بخش نے کلام الٰہی کی تلاوت سے جامع مسجد حاجن والی میں آنے والے قریب ودور دراز سے مہمان گرامی کے دلوں کو جلا بخشی۔ پھر نعت رسول مقبولؐ کے لئے سرگودھا سے آئے ہوئے نعت خواں نے تمام مجمع کے لوگوں کے دلوں کو محبت رسول کا جذبہ، ولولہ دیا۔ اسی اثناء میں خصوصی مہمان گرامی اور علاقے کے ذی وقار احباب تشریف لائے جن میں علماء، صلحاء، وکلا اور تاجر برادری کے حضرات شریک تھے۔ جنہیں سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دینے والے مولانا مظہر حسین صاحب نے خوش آمدید کہا اور خصوصی نشستوں پر بیٹھنے کی گزارش کی۔

اس کے بعد مولانا محمد اسلم مبلغ عالمی مجلس خوشاب کو سٹیج پر مدعو کیا۔ جنہوں نے حضور ﷺ کی محبت اور مرزا قادیانی کی نفرت بھری زندگی کا پردہ چاک کیا۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری نے حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سے التماس کی کہ آپ بھی قیمتی نصائح سے نوازیں۔

حضرت نے تمہیدی کلمات کے بعد فرمایا کہ میرے عزیز ان قدر سامعین میں مرزائیت کے گڑھ میں بیٹھ کر ان کی ریشہ دوانیوں پر گہری نظر رکھے ہوئے ہوں اور میری تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ قادیانیوں کے ہسپتال سے مکمل گریز کریں۔ جہاں انسان اپنا وہاں جا کر دنیاوی نقصان کرتا ہے۔ وہیں اخروی کامیابی سے ابدالآباد تک کے لئے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ لہٰذا میری تمام کلمہ گو مسلمان احباب سے گزارش ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ پھر کسی مسلمان حاذق حکیم وڈاکٹر کی طرف رجوع کریں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ صحت مند وتوانا رکھے۔ آخر میں، میں تمام احباب کو مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے دن رات کر کے یہ عظیم الشان پروگرام کامیابی سے منعقد کرایا۔ اللہ ان حضرات کے علم وعمل وتقویٰ میں ترقی دے۔ آمین!

حضرت مولانا نور محمد ہزاروی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا نے شرکاء کانفرنس کو سرگودھا کی کارگزاری بیان فرمائی کہ میں نے وہ گلیاں اور گھر دیکھے ہیں جن کے رہائشی مسلمانوں نے یہ لکھا ہوا ہے ”قادیانی ذرا ہٹ کر گزریں یہ مسلمان کا گھر ہے“ اور دکان داروں نے تو اور بھلی کہی کہ قادیانی ہرگز دکان میں داخل نہ ہو۔ پہلے اسلام لائے پھر دکان میں آئے۔ اے مسلمانوں کے جم غفیر! یہاں ختم نبوت کانفرنس سماعت کرنے والے احباب، آج تہیہ کر لو کہ ہم بھی اسی انداز میں ختم نبوت کا دفاع کریں گے۔ انشاء اللہ! پھر وہ دن دور نہیں کہ ہمارے اس خطے سے قادیانیت کا بیج ہی ختم ہو جائے گا۔

مولانا اللہ وسایا صاحب نے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائیو! میرے آقا ومولا، خاتم الانبیاءؐ کی ختم نبوت کے دفاع کو سمجھو۔ کیونکہ اللہ رب العزت خود متکلم ہے: ’’النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم ‘‘ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مومنین کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ ہاں میں یہ تو نہیں کہتا کہ آسمان سے تارے توڑ کر تمہارے دامن میں رکھ دوں گا۔ یا سمندر سے ہیرے نکال کر تمہارے جھولی بھر دوں گا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ بھائی صدیقؓ میری ایک گزارش سنو! آپؓ نے فرمایا جی میرے بھائی بتایئے؟

حضرت نے عرض کی کہ میری زندگی کی ساری نیکیاں لے لو۔ مجھے غار ثور کی تین راتوں میں سے صرف ایک رات کی نیکی دے دیجئے۔ سامعین اہل علم خود نوٹ فرمائیں کہ کیا وجہ ہے کہ مراد رسولؐ (عمر فاروقؓ) سیدنا صدیق اکبرؓ سے کیوں گزارش فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اعمال سے کئی درجہ بڑی نیکی ذات نبی کا دفاع کرنا ہے۔ آج کے دور میں میرے نبی کی مرزائی توہین کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود اللہ عزوجل کی توہین کے مرتکب ہیں۔

گویا کہ مرزائیت نام ہے میری نبی کی دشمنی کا، یا یوں کہو کہ میرے نبی کا دشمن آج مرزائی ہے۔ میں گزارش کروں گا مرزائی کرم فرماؤں سے بھی کہ میں اپنے کندھے کی چادر سے ان کے گھروں کی صفائی کرنے کے لئے تیار ہوں وہ لوگ جو صدق دل سے میرے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھ لیں۔ سچے دل سے مسلمان ہو جائیں۔ مرزائیت جیسے دنیا کے غلیظ ترین کفر سے بے زاری اختیار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کی راحتوں، نعمتوں، آسائشوں اور جنت کے اندر بنے ہوئے بے مثال مکانوں اور ایسی ایسی نعمتوں کے وارث بنو جن کا خیال دل میں آیا نہیں اور آنکھ نے دیکھا نہیں اور کان نے سنا نہیں اور دماغ نے سوچا نہیں۔

کانفرنس کے آخر میں عرفان محمود برق صاحب نے خطاب کیا جنہوں نے کہا کہ میں نے مرزائیت میں آنکھ کھولی۔ ان میں جواں ہوا۔ جو میں نے قادیانیت اور مرزائیت میں گند دیکھا ہے آج تک وہ کسی باطل مذہب کا شعار نہیں ہے اور نہ ہی اس مسلک ومذہب کا وہ حصہ ہے۔ یوں کہو کہ قادیانیت پوری دنیا کا چھانٹا ہوا غلیظ ترین وبدترین کفر ہے۔ میری تمام مسلمان، کلمہ گو بھائیوں سے گزارش ہے کہ مرزائیت سے ہمیشہ نفرت دل میں بھی رکھو اور اس کا برملا اظہار بھی کرو۔ قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ کرو۔ بالخصوص آپ کے علاقے کے لوگ ربوہ جا کر اپنے مریضوں کا ایمان ضائع نہ کریں۔ ان کا ہسپتال، ہسپتال نہیں بلکہ مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کو سلب کرنے اور حضور خاتم الانبیاء ﷺ سے محبت کو ختم کرنے کا بہت بڑا حربہ ہے۔ پیر نادر شاہ گیلانی کی دعا سے کانفرنس خیر وخوبی سے اختتام پذیر ہوئی۔

خانقاہ سراجیہ میں جمعہ کا آغاز اور ختم بخاری کی تقریب!

قاری محمد زرین!

خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت اعلیٰ مولانا احمد خان رحمہ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کی بیعت خواجہ سراج الدینؒ، موسیٰ زئی شریف سے تھی۔ اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق کہ خانقاہ ایسے محل وقوع پر بناؤ جو دونوں زبانوں کے سنگم پر ہو یعنی پنجابی اور پشتو۔ چنانچہ آپ نے موجودہ خانقاہ جس میں ایک وسیع مسجد اور ساتھ مریدین کے لئے حجرے، تبلیغ خانہ اور حضرات کے اہل خانہ کے لئے رہائش اور سب سے پہلے پانی کے لئے کنویں کی تعمیر کا آغاز ۱۹۲۰ء میں کیا جو ۱۹۲۲ء میں مکمل ہوا۔

مسجد کا تھلہ زمین سے دس سیڑھیاں اونچا صحن رکھا اور پھر دو سیڑھی اونچا برآمدہ اور مسجد کا ہال رکھا۔ جس کے اوپر تین خوبصورت گنبد بنائے۔ مسجد اتنی وسیع وعریض بنانے کا اہتمام کرنے پر کسی مرید نے عرض کیا کہ حضرت اتنی بڑی مسجد کی کیا ضرورت ہے جبکہ یہاں تو آبادی کا نام ونشان ہی نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا یہاں اردگرد بڑی آبادی ہوگی اور نماز جمعہ بھی پڑھا جائے گا۔

چنانچہ حضرت کی یہ پیشین گوئی نوے سال بعد پوری ہوئی اور گیارہ مئی ۱۲۰۲ء کو یہاں پہلا جمعہ حضرت صاحبزادہ خلیل احمد نے پڑھا کر جمعہ کا آغاز فرمایا۔ یہ فیصلہ حضرت نے مفتیان کرام سے واضح حالات بیان کر کے اور ان کے فیصلہ پر کیا۔ اب موجودہ حالات میں یہاں جمعہ شروع کرنا ضروری ہے۔ چونکہ بندہ کا بھی حضرت خواجہ خواجگان سے بیعت کا تعلق ۱۹۶۱ء سے ہے اور تقریباً ۵۰ سال خانقاہ شریف کے ساتھ وابستگی کے گزر گئے مختلف ساتھیوں نے یہ خوشخبری سنائی تو بندہ کو بے حد خوشی ہوئی اور شوق پیدا ہوا کہ ایسا موقعہ کو غنیمت اور سعادت سمجھتے ہوئے جا کر نماز جمعہ خانقاہ شریف میں پڑھا جائے۔

چنانچہ ۱۸ مئی ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک صبح ساڑھے چھ بجے ویگن سے پیرودھائی سے سوار ہوا اور گیارہ بجے الحمدللہ خانقاہ شریف پہنچ گیا۔ اسلام آباد کے کچھ احباب حاجی یعقوب کی معیت میں جمرات کو پہنچ گئے تھے۔ مختلف حضرات جو جمعہ پڑھنے آئے تھے۔ ملاقات ہوئی جمعہ کی تیاری کی چنانچہ ایک بجے پہلی آذان ہوئی۔ پھر ڈیڑھ بجے دوسری اور پھر خطبہ ہوا اور نماز جمعہ محترم قاری مفتاح الاسلام کی امامت میں ہم نے پڑھا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ الحمدللہ علی ذلك!

تقریب ختم بخاری

حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ سراجیہ کی بنیاد کے ساتھ ہی مدرسہ سعدیہ عربیہ کی بنیاد رکھ دی تھی۔ حضرت کی کنیت ابوالسعد کے نسبت سے مدرسہ سعدیہ عربیہ نام رکھا تھا۔ ابتداً یہ مدرسہ صرف حفظ تک رہا۔ لیکن پھر کتب کی تعلیم بھی شروع کر دی گئی۔ بندہ نے بھی ۱۹۶۳ء میں شرح وقایہ اور مختصر المعانی درجہ کی کتب یہاں خانقاہ

شریف اسی مدرسہ میں مولانا قطب الدین مرحوم سے پڑھی تھیں۔ حضرت خواجہ خواجگان کے ۵۵ سالہ دور سجادہ نشینی میں خانقاہ شریف میں بھرپور ترقی ہوئی۔ خصوصاً تعمیرات میں بہت اضافہ ہوا۔ پہلے خانقاہ اور مدرسہ کی عمارتیں مخلوط تھیں۔ لیکن حضرت نے آخری دو تین سال میں خصوصاً توجہ فرمائی اور موجودہ جانشین حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کی رات دن محنت سے مدرسہ عربیہ سعدیہ کی بالکل الگ بلڈنگ تعمیر کی گئی۔ جس میں درجہ حفظ، شعبہ تجوید اور درجہ کتب کے تمام درجات کے الگ الگ کمرے طلبہ کی رہائش، طعام گاہ، وضوخانہ، کتنی تمام ضروریات تعمیر کی گئی ہیں اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں حضرت نے اس بلڈنگ کا افتتاح کردیا تھا اور تعلیم وغیرہ یہاں شروع ہوچکی تھی۔

چنانچہ حضرت کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد نے پہلے سال سے دورہ حدیث شریف کا بھی آغاز کردیا تھا۔ حضرت نے جب بندہ کو بتلایا کہ ہم نے تو دورہ حدیث شریف کا بھی آغاز کردیا ہے تو بے حد خوشی ہوئی۔ پھر ایک موقعہ پر جب بندہ نے ختم بخاری کے بارے میں پوچھا تو آپ نے دو ماہ قبل بتلایا کہ ہم نے ختم بخاری ۲۰ رمئی بروز اتوار کو رکھا ہے اور حضرت امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی تشریف لائیں گے تو بندہ نے پختہ ارادہ کیا کہ انشاءاللہ ضرور حاضر ہوں گا۔

چنانچہ جب تاریخ قریب آئی تو بندہ ۱۸ رمئی بروز جمعہ خانقاہ شریف پہنچا۔ الحمدللہ کہ خانقاہ میں جمعہ پڑھنا نصیب ہوا اور پھر ختم بخاری کی تقریب میں بھی حاضری ہوئی۔

عظیم الشان اجتماع

ختم بخاری کے لئے زور شور سے تیاریاں جاری تھیں۔ طلبہ بڑے شوق سے تیاریاں کر رہے تھے۔ مدرسہ سعدیہ کے صحن میں اسٹیج اور اوپر شامیانے لگائے جارہے تھے۔ مہمانوں کی ہر طرف سے آمد آمد تھی۔ میرے ۵۰ سالہ تعلق خانقاہ شریف میں عموماً ایسے اجتماع ۲۷ رویں رمضان المبارک کو ہوا کرتے تھے۔ لیکن یہ اجتماع اس سے بھی کہیں بڑا تھا۔ ماشاءاللہ پانچوں صاحبزادے محترم مولانا عزیز احمد محترم خلیل احمد، محترم رشید احمد، محترم سعید احمد اور نجیب احمد موجود تھے۔ خواجہ خواجگان کے خلفاء بھی اکثر تشریف لائے تھے۔ حضرت محترم حاجی عبدالرشید جو حضرت اعلیٰ سے ۱۹۳۸ء کے بیعت ہیں، رحیم یار خان سے تشریف لائے تھے۔ یہ بھی حضرت خواجہ کے خلفاء میں سے ہیں اور بہت ہی عمر رسیدہ ہیں۔ باقی ملک کے بڑے بڑے شہروں اور تمام صوبہ جات سے خانقاہ شریف کے متعلقین تشریف لائے تھے۔ نماز ظہر سے قبل تمام مہمانوں نے مدرسہ سعدیہ میں جاکر کھانا کھایا جو مدرسہ کی طرف سے اہتمام کیا گیا تھا۔

پھر نماز ظہر ادا کی گئی اور ختم شریف کے بعد اعلان کیا گیا کہ تمام مہمان مدرسہ میں جائیں ہم سب مدرسہ سعدیہ کی بلڈنگ میں حاضر ہوئے۔ لیکن اتفاق سے اس وقت طوفان اور ہوا میں شدت آگئی۔ آخر اعلان ہوا کہ مسجد کے صحن میں واپس آجائیں۔ چنانچہ حاضرین مسجد کی طرف آئے اور ساؤنڈ کا سسٹم مسجد کے صحن میں سیٹ کیا گیا اور پھر تقریب شروع ہوئی۔

سب سے پہلے تین قراء نے تلاوت کی۔ جس میں بندہ کو بھی تلاوت کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر دورہ

کے ایک ساتھی نے نعت پڑھی۔ اسٹیج کے فرائض محترم مولانا محمد علی صدیقی نے انجام دیئے۔ اس کے بعد محترم مفتی طاہر مسعود سرگودھا نے خانقاہ شریف مدرسہ سعدیہ کا جامع تعارف کرایا۔ پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا لیٰسین صاحب ملتانی نے آخری حدیث پڑھ کر ختم بخاری کرایا اور مواعظہ حسنہ سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔

پھر حضرت امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے مفصل بیان فرمایا اور اپنے تعلق کا خانقاہ شریف سے ذکر فرمایا۔ حضرت نے بار بار اس بات کو دہرایا کہ یہ اجتماع خانقاہ کی نسبت سے نہیں بلکہ مدرسہ کا اجتماع ہے۔

الحمدللہ کہ خانقاہ کا نظام حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اکابر سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق سادہ بے چل رہا ہے۔ کوئی سالانہ عرس یا اور کوئی تقریب منعقد نہیں ہوتی۔ جیسا جیسا وقت گزر رہا تھا۔ حاضرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ موسم بھی بہت خوشگوار ہو گیا تھا۔ بلکہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے جنازہ پر تدفین کے دن کا منظر دوبارہ سامنے آ گیا تھا۔ تقریباً سوا پانچ بجے تقریب ختم ہوئی اور دعا کی سعادت محترم حاجی عبدالرشید صاحب کو حاصل ہوئی۔ حضرت نے بہت جامع دعا فرمائی۔ اس طرح یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اس تقریب کے دوران بندہ نے کئی بار دیکھا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوتی رہیں اور حضرت اپنے رومال سے آنسو صاف کرتے رہے۔ یقیناً ان کے دل میں یہ خیال ضرور آتا ہوگا کہ کاش حضرت خواجہ والد گرامی حیات ہوتے اور وہ بھی یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

نماز عصر کی ادائیگی کے بعد موسلا دھار بارش ہوگئی اور ہم اپنے رفقاء کے ساتھ چھ بجے واپس روانہ ہو کر دس بجے راولپنڈی عافیت واپس پہنچے۔ الحمد للہ علی ذلك!

نوٹ: اس موقع پر دورہ حدیث سے فارغ ہونے والے طلبہ جن کی تعداد تقریباً ۱۲ر تھی۔ ان کی اور شعبہ تجوید سے فارغین تقریباً ۴۰ر طلباء اور شعبہ حفظ سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی کی گئی۔

بخاریؒ کے زمزمے (برصغیر کے نامور شعراء کا حضرت شاہ جیؒ کے حضور نذرانہ عقیدت): مرتبہ: ماسٹر امجد اقبال جھنگ: مقدمہ: مولانا مجاہد الحسینی: تقدیم: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی: قیمت: ۱۷۰: ناشر: ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ماسٹر محمد اقبال ساجد خاندانی طور پر مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہیں۔ موصوف نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پر برصغیر پاک و ہند کے نامور شعراء کا کلام جمع کیا ہے۔ قبل از وفات بیس نظمیں اور بعد از وفات ۱۳۷ر نظمیں، تاریخہائے وفات پر مشتمل قطعات علیحدہ ہیں۔ مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ نے ''شاہ جیؒ برصغیر کے نامور شعراء کی ممدوح شخصیت'' کے عنوان سے مقدمہ لکھا۔ جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے تقدیم کے نام سے حضرت شاہ جیؒ کی شعر فہمی اور شعر گوئی پر تبصرہ کیا ہے اور حضرت شاہ جیؒ کے مجموعہ کلام سواطع الالہام سے آپ کی شاعری کے چند نمونے پیش کئے ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب اپنے عنوان کی منفرد کتاب ہے۔ مجلس کے دفتر مرکزیہ سمیت تمام دفاتر سے مل سکتی ہے۔

قادیانی کیسے مسلمان سے اچھے مسلمان ہوسکتے ہیں؟

مولانا محمد علی صدیقی!

معلوم نہیں ہمارے کچھ آزاد خیال مسلمان دوستوں کو کیوں قادیانیوں سے ہمدردی ہو جاتی ہے اور اس ہمدردی میں ان کے اچھے ہونے کا اعلان کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح کا حال ابھی ایک ریٹائرڈ کرنل طاہر حسین مشہدی نے کیا جو متحدہ قومی موومنٹ کے سینیٹر ہیں۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں اظہار خیال کے دوران کہا کہ قادیانی مسلمانوں سے اچھے مسلمان ہیں۔ شاید ایسا جملہ ادا کرنے سے وہ قادیانی اور ان کے آقاؤں کو تو خوش کر سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی ناراضگی مول لے چکے ہیں اور ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ علماء کرام ایسے سیاست زدہ لوگوں سے عرض کر چکے ہیں کہ آپ اپنی لنگڑی لولی سیاست کریں اور دین کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کریں۔ کسی کافر کو مسلمان ہونے کی سند دینا ان کا کام نہیں۔ ان کو تو خود خوفزدہ رہنا چاہئے کہ جس ماحول میں یہ لوگ رہتے ہیں۔ نا معلوم ان سے کب کوئی کلمہ کفر نکل جائے اور یہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

یہی حال جناب طاہر حسین مشہدی کے ساتھ ہوا کہ اخباری نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے قادیانیوں کو مسلمانوں سے اچھے مسلمان کہہ بیٹھے۔ حالانکہ ان کو تو اظہار خیال اس کے بارے میں کرنا چاہئے تھا جس کے بارے میں انٹرویو ہورہا تھا۔ اس مسئلہ کے بارے میں تو لاعلمی لیکن قادیانیوں کو مسلمان بنانے پر کمربستہ ہوگئے۔ اپنے انٹرویو میں انہوں نے چند جملے ادا کئے۔ جس سے وہ قادیانیوں ان کے ہم نواؤں کو خوش کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ وہ اس کوشش میں کتنے کامیاب رہے یا نہیں لیکن ایسا ضرور ہے کہ ان کلمات سے اپنے ایمان، اپنے نکاح کو ضائع کرا بیٹھے۔ جب اسلام اور ملک کا آئین ۱۹۷۴ء میں طویل بحث کے بعد ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے چکا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں سے اچھا مسلمان کہنا جہاں ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس کے ساتھ آئین پاکستان کی توہین کے بھی مرتکب ہوئے۔

اب دیکھئے ان کے انٹرویو کے حصے۔ (۱)...... قادیانی مسلمانوں سے اچھے مسلمان ہیں۔ (۲)...... اقلیت کا لفظ آئین سے ختم ہونا چاہئے۔ (۳)...... ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے نوبل انعام پر سب نے فخر کیا تھا۔ (۴)...... ان کو اقلیت قرار دے کر کم درجہ کے شہری سمجھا جارہا ہے۔ (۵)...... ہندو، عیسائی اور قادیانی برابر کی بنیاد پر ملک کی خدمت کریں۔ (۶)...... ان کو کلیدی عہدے ایسے ملنے چاہئیں جیسے دوسرے شہریوں کو۔

آیئے اب ایک ایک بات کو لیتے ہیں۔ قادیانی مسلمانوں سے اچھے مسلمان ہیں۔ یہ کیسے؟ کیا قادیانی سید طاہر حسین مشہدی سے اچھے ہیں تو پھر اس کو برملا قادیانیت قبول کرنے کا اعلان کر دینا چاہئے تاکہ روز روز کے

جھگڑے ہمارے مشہدی صاحب سے ختم ہو جائیں۔ مسلمان آنحضرت ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور عقیدہ ہے کہ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور مسلمان ہوتا ہی اس وقت ہے جب وہ کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا اس پر ایمان لایا جائے اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل ہوا۔ اس پر بھی اور قیامت کے دن پر بھی۔ دیکھئے سورہ بقرہ کا پہلا رکوع اور قادیانی صرف مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور آخری نبی اس لئے کہ مرزا قادیانی کے بعد انہوں نے خلافت کا اعلان کیا ہے، اور ان کے مرزا کا اعلان ہے جو مجھے نہیں مانتے وہ کنجریوں کی اولاد ہیں۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب (آئینہ کمالات مندرجہ روحانی خزائن ص۵۴۷، ۸۴۷ ج ۵) پر لکھتا ہے کہ: ”میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں کی اولاد میری تصدیق نہیں کرتی۔“

اب دیکھنا ہے کہ مرزا قادیانی کی دعوت کیا تھی۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ”میں خود خدا ہوں۔“ (آئینہ کمالات اسلام مندرجہ روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۴) مرزا قادیانی کی دعوت یہ تھی کہ: ”خود کو محمد ﷺ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔“ (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ روحانی خزائن ج ۸ ص ۲۰۷) مرزا قادیانی کی دعوت یہ تھی کہ: ”میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد رسول اللہ ہوں۔“ (تتمہ حقیقت الوحی مندرجہ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)

جناب طاہر مشہدی صاحب! مرزا قادیانی کی دعوت کے مطابق جو اس کو خدا مانے، محمد رسول اللہ مانے، آدم، نوح، داؤد، عیسیٰ بن مریم مانے وہ مسلمان اور جو نہ مانے وہ رنڈیوں کی اولاد۔ اب آپ بتائیں کہ کیا آپ مرزا کو اپنا خدا مانتے ہیں۔ مرزا کو اپنے لئے سیدنا آدم، سیدنا نوح، سیدنا داؤد، سیدنا عیسیٰ بن مریم اور سیدنا رسول ﷺ مانتے ہیں۔ کیا آپ اپنی جماعت اور اپنی جماعت کے قائد اور کارکن مرزا کو ایسا مانتے ہیں جو کچھ مرزا اپنی کتب میں لکھ چکے ہیں۔ اور یقیناً آپ ایسا نہیں مانتے پھر قادیانی کیسے مسلمانوں سے اچھے مسلمان ہوئے؟۔

دوسری بات جو آپ نے کہی کہ اقلیت کا لفظ آئین سے ختم ہونا چاہئے اور اس کو جناب الطاف حسین کا موقف بتایا۔ تو جناب وضاحت فرمائیں گے کہ اقلیت کی جگہ کیا لکھا جائے؟ اکثریت کے مقابلہ میں اقلیت کا لفظ ہے جو بھی کم ہوگا اس کو اقلیت ہی شمار کیا جائے گا۔ پاکستان میں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ہندو، عیسائی اور قادیانی اور دیگر مذاہب کم ہیں۔ اس لئے ان کو اقلیت کہا جاتا ہے اسی طرح امریکہ، برطانیہ، ہندوستان میں مسلمان کم ہیں۔ ان کے لئے وہاں ان کے اقلیت کا لفظ موجود ہے۔ کیا آپ نے اور آپ کی جماعت نے یا جماعت کے قائد نے ان ممالک میں مسلمانوں کے بارے میں آواز اٹھائی ہے کہ ان کو اقلیت کیوں کہتے ہو اور یہ بات طے شدہ ہے کہ قادیانی اقلیت کے ساتھ غیر مسلم ہیں اور ان کا غیر مسلم ہونا ان کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ ہمارا نہیں۔ ہم تو آج بھی دعوت دیتے ہیں۔ اگر اکثریت میں شامل ہونا چاہتے ہوں تو اسلام قبول کر لیں یہ لوگ خود بخود اکثریت میں شامل ہو جائیں گے۔ اقلیت کا لفظ ان کے ساتھ نہیں رہے گا۔

آپ نے قادیانیوں کو اچھا مسلمان کہہ کر خود اپنی ہی نہیں، اپنی جماعت اور اس کے قائد اور غیور مسلمان کارکنوں کی توہین اور دل آزاری کی ہے۔ اس لئے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں اور نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں اور آپ کا یہ کہنا کہ قادیانی اچھے مسلمان ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی جماعت کی قیادت اچھی نہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں قادیانی نہیں تو پھر آپ اپنی جماعت متحدہ کی قیادت کسی قادیانی کے سپرد کرنا چاہئے تاکہ قیادت اچھوں کے پاس ہو۔ بقول آپ کے پھر آپ کو بھی سینیٹ کی سیٹ چھوڑ دینی چاہئے کہ آپ قادیانی نہیں۔ واقعی آپ اپنی قیادت کو اچھا صلہ دے رہے ہیں۔ جس نے چھ سال آپ کو سینیٹر رکھا اور مزید چھ سال کے لئے منتخب کیا۔ ماشاءاللہ!

آنجناب نے تیسری بات یہ کہی کہ ڈاکٹر عبدالسلام کے نوبل انعام ملنے پر سب نے پاکستانی ہونے پر فخر کیا تھا۔ جناب والا کیا ہوگا جس نے یا آپ جیسے نے! لیکن مسلمانوں نے نہیں کیا تھا۔ بلکہ امت مسلمہ کے ترجمان مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے تو اس وقت بھی لکھا تھا کہ عبدالسلام کو نوبل انعام قادیانی ہونے اور اسلام اور ملک دشمن ہونے پر یہودیوں نے دیا ہے اور خود ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے اس کو پاکستان نہیں، قادیانیت کا کارنامہ قرار دیا ہے اور اس نوبل انعام کی رقم قادیانی جماعت کے کالج کو دینے کا اعلان کیا تھا۔ پاکستان کے خزانے میں نہیں جمع کرائی تھی اور اس پر فخر قادیانیوں نے کیا تھا اور اس کو پہلا مسلمان سائنسدان قادیانیوں کے اخبار الفضل نے لکھا تھا اور اس نے خود اسلام آباد کی ایک تقریب میں کہا تھا کہ میں پہلا مسلمان سائنس دان ہوں جس کو نوبل انعام ملا ہے۔ مسلمانوں نے نہیں کہا تھا۔

آپ یونہی اس محبت میں گھل گھل کر موٹے ہو رہے ہیں اور اس کی ملک دشمنی دیکھئے کہ نوبل انعام ملنے پر پاکستان میں نہیں رہا اور مرا بھی ملک سے باہر اور دفن قادیانیوں کے اس قبرستان میں جس کے بارے میں وصیت ہے کہ جب موقع ملے تو ہم کو قادیان میں دفن کرنا۔ تو آپ کا یہ کہنا کہ سب کو فخر ہے، صحیح نہیں اس سے توبہ کریں۔

چوتھی بات جو آپ نے کہی کہ اقلیت کو کم درجہ کے شہری سمجھا جارہا ہے۔ جناب اس مسئلہ میں آپ قادیانیوں کے بارے میں فکرمند کیوں ہیں اور ان کو اعلیٰ درجہ کا شہری بنانے کے لئے مستعدی دکھا رہے ہیں اور دیگر اقلیتوں کو خود آپ نے کم درجہ کا شہری بنایا ہوا ہے۔ آپ نے ان کو قومی اسمبلی، سینیٹ اور صوبائی اسمبلی اور سرکاری دفاتر کی بیت الخلاء صاف کرنے پر لگایا ہوا ہے اور خود کرسی پر براجمان ہو کر ان پر حکم چلاتے ہیں اور کام آپ بیوروکریٹس حضرات کے پاس ہیں۔ ہم فقیروں کے نہیں۔ الحمدللہ ہمارے تو مدارس میں آکر دیکھیں یہ کام نفس کے مارنے کے لئے خود کرتے ہیں اور اس کی واضح مثال رائے ونڈ مرکز کی ہے۔

پانچویں بات جو کہی گئی کہ ہندو عیسائی اور قادیانی برابری کی بنیاد پر ملک کی خدمت کریں۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے ہندو، عیسائی اور دیگر اقلیت اس ملک کے اندر رہ کر اس ملک میں مختلف حالات میں خدمت کر رہے ہیں۔

اسی کے تحت ان کے شہری ہونے کے ناطے اور اقلیت ہونے کے ناطے ان کے ووٹ درج ان کو قومی اور صوبائی اسمبلی اور سینیٹ اور یوسی تک نمائندگی دی جاتی ہے اور یہ حق قادیانیوں کو بھی ہے۔ لیکن قادیانی اس کو استعمال نہیں کرتے اور آئین کی پاسداری نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں۔ صرف مخالفت ہی نہیں ملک کے آئین سے غداری کرتے ہیں اور الیکشن کا اس لئے بائیکاٹ کرتے ہیں کہ آئین ان کو غیر مسلم اقلیت کیوں قرار دیتا ہے؟ حالانکہ آئین نے ۱۹۷۴ء میں طویل ان کا موقف سن کر غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ وہ اس قانون کو تسلیم نہیں کرتے اور آپ کہتے ہیں کہ ان کو برابری کے حقوق ملنے چاہئیں اور آئین ان کو ہندو، عیسائیوں کے برابر حق دے رہا ہے۔ لیکن وہ لیتے ہی نہیں۔ اس میں قصور مسلمانوں کا نہیں خود قادیانیوں کا ہے۔

چھٹی بات جو آپ نے کہی کہ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں پر فائز ہونا چاہئے۔ جس طرح دوسرے شہری ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! جب وہ ملک کے آئین ہی کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر کلیدی عہدے کس لئے اور کیا آپ نے مسٹر ظفر اللہ خان اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ایئر مارشل ظفر چوہدری کے واقعات معلوم نہیں کئے جس طرح انہوں نے صاف کہا کہ ہم قادیانی پہلے پاکستانی بعد میں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے ملک کے ایٹمی راز چرا کر امریکہ کو دے دیئے۔ زاہد ملک کی کتاب اسلامی بم جس میں صاحبزادہ یعقوب کے حوالہ سے واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ ہمارے ایٹمی راز امریکہ کو ڈاکٹر عبدالسلام نے دیئے۔ جب ایک قادیانی نے کلیدی عہدے پر ملک کو اتنا نقصان پہنچایا تو جب کلیدی عہدوں پر کئی قادیانی فائز ہوں گے تو پھر ملک کا اللہ حافظ ہے۔

میں جناب طاہر حسین مشہدی سے کہوں گا کہ وہ اپنے اس بیان پر معذرت کریں اور ایسے بیانات مت دیں۔ اگر آپ کے نزدیک مسلمانوں سے قادیانی اچھے ہیں تو پھر متحدہ کی قیادت الطاف حسین سے لے کر اپنے تک تمام عہدے قادیانیوں کو دے دیں اسلئے کہ آپ کی قیادت مسلمان ہے۔

آئین سے اقلیت کا لفظ ختم کرنا ہے تو جناب طاہر مشہدی صاحب! متحدہ کی قیادت کو کہیں کہ پہلے برطانیہ کے آئین سے اقلیت کا لفظ ختم کرائیں پھر پاکستان میں دیکھیں گے۔ رہی بات اقلیت کا کلیدی عہدوں پر ہونا تو مشہدی صاحب رضا کارانہ طور پر سینیٹ کی سیٹ سے مستعفی ہو جائیں اور کسی قادیانی کو وہ جگہ دیں اس نے بھی چھ سال بہت کام کرلیا ہے اور اس کے علاوہ بھی متحدہ میں کلیدی عہدے پر ان کو براجمان کرائیں اور سب سے کلیدی عہدہ متحدہ کی قیادت کا ہے جس پر ان کے قائد الطاف حسین ہیں۔ کیا وہ اس کلیدی عہدے کو قادیانی کو دیں گے۔ یہ سب باتیں مشہدی کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ ورنہ مشہدی اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں۔ سید ہونے کے ناطے ان کو قادیانیوں کے حق میں بولنا زیب نہیں دیتا۔ اس لئے توبہ استغفار کریں اور اپنے اعلان کو واپس لیں اور امت مسلمہ سے معافی مانگیں اور نبی کریم ﷺ کے سچے عاشق بن جائیں اور عام مسلمانوں کی طرح قادیانیت کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں اور ملک دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔

تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے!

مولانا اللہ وسایا!

قطر الیم فی تفسیر پارہ عم: صفحات:۳۲۰: ناشر: مکتبہ شیخ لدھیانوی کہروڑپکا ضلع لودھراں

آج حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے بہت ساری کتب ورسائل تھما دیں کہ ان پر تبصرہ لکھ دیں۔ قطر الیم فی تفسیر پارہ عم ہمارے مخدوم ومطاع، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث، استاذ العلماء، امام الصلحاء، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم کے دروس قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو پارہ عم سے متعلق ہے۔ جب اس کو کاغذ پر منتقل کیا گیا تو تین سوبیس صفحات کی بڑے سائز کی عمدہ خوبصورت کتاب تیار ہوگئی۔ ہمارے حضرت مدظلہ نے دارالعلوم کبیروالا کے زمانہ تدریس سے لے کر اس وقت تک گویا قریباً نصف صدی بڑے اہتمام سے قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر اور مشکوٰۃ شریف کی تعلیم دی۔ دیگر علوم عقلیہ ونقلیہ کے اسباق کی طرح ان اسباق میں بھی طلباء ذوق وشوق سے شریک درس ہوئے۔ آپ کی تفسیر وترجمہ اور مشکوٰۃ شریف کی تدریس نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ آپ پڑھانے میں نہ اتنا اختصار سے کام لیتے ہیں کہ سبق کی تفہیم میں تشنگی رہ جائے۔ نہ اتنا طوالت اختیار کرتے ہیں کہ بات کہیں سے کہیں چلے جائے۔ نفس سبق اتنا جامع ومانع، عام فہم، فقط دماغ میں نہیں دلوں میں بھی ساتھ اترتا جائے۔ قبلہ لدھیانوی مدظلہ کے سبق کا یہ وہ امتیاز ہے جو دلنواز بھی ہے اور دل گداز بھی۔ اس کے اثرات صرف سنے نہیں دیکھے بھی جاسکتے ہیں۔ اب تو یہ معاملہ چہار سو عالم داستان لازوال کی طرح شہرہ عروج پہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال جو جامعہ باب العلوم کے ناظم عمومی ہیں۔ انہوں نے اپنے استاذ اور ہمارے مخدوم کے علوم کو محفوظ کرنے اور عام کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کے خطبات، آپ کی مجالس کے بعد اب تفسیری دورس کو کتابی شکل میں لارہے ہیں۔ یہ اس کا پہلا حصہ ہے۔ اتنا خوبصورت، اعلیٰ، دیدہ زیب کہ پہلی نظر دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید بیروت کی کوئی کتاب سامنے آگئی ہے۔ بہت ہی قابل قدر لائق تحسین محنت سے کتاب کو شایان شان چھاپنے کی سعی مشکور کی ہے۔ پڑھئے اور داد دیجئے کہ ہم نے مدح خوانی نہیں کی۔ بلکہ حقائق کی ترجمانی کے فریضہ سے سبکدوش ہوئے ہیں۔

سہ ماہی انوار اسلام ماکوٹ کا خصوصی نمبر حیات شادؒ: مرتب: حضرت مولانا مفتی محمد احمد انور صاحب: صفحات:۵۲۰: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: جامعہ اشرفیہ مان کوٹ تحصیل کبیروالا ضلع خانیوال

لیجئے صاحب! ہماری بے خبری کی حد ہوگئی۔ ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ مولانا صاحبزادہ مفتی محمد احمد انور صاحب نے شیخ الحدیث، مفتی، مہتمم کے بعد اب ایک دینی مجلّہ کے اجراء کا مرحلہ بھی سر کرلیا ہے۔ آج یہ شمارہ دیکھا تو بے ساختہ سبحان اللہ، ماشاء اللہ کی صدا میں ان کی خدمات کا معترف ہونا پڑا۔ اپنے والد گرامی امام الصرف والنحو، مرشد کامل، عالم ربانی، استاذ العلماء، پیر طریقت، حضرت مولانا محمد اشرف شاد کی سوانح پر اتنا خوبصورت عظیم وضخیم نمبر شائع کر کے انہوں نے صحافتی دنیا میں بھی اپنی صلاحیتوں کا سکہ منوالیا۔ ان کا اپنا طویل مقالہ اتنا جامع ہے کہ پڑھنا شروع کیا تو ختم کرنے تک مسلسل پڑھنا ہی پڑا۔ حق تعالیٰ ان کی محنتوں کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ بہت ہی جامع نمبر ہے اور زمانہ طالب علمی سے لے کر وفات تک حضرت مولانا محمد اشرف شاد مرحوم کے حالات زندگی کی خوبصورت مالا تیار ہوگئی ہے۔ ڈھیروں مبارک باد۔

احسن التفہیم لمسئلۃ التعلیم : مصنف: مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ: ضمیمہ: حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ: صفحات: ۴۴: ملنے کا پتہ: مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور، مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

مسئلہ تعلیم پر ایک مختصر اور بیش قیمت تحریر ہے۔ جس میں دینی تعلیم اور انگریزی تعلیم اور دونوں کی مخلوط تعلیم پر مختصر کلام کیا گیا ہے۔ حضرت تھانویؒ، حضرت کاندھلویؒ کی تحریر پر ہمیں تبصرہ کرتے ہوئے تو اپنے پر جلنے کا سماں آنکھوں میں گھومنے لگ جاتا ہے۔

توہین رسالت کا مقدمہ اور عمار خان ناصر: مصنف: حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مفتی اعظم جامعہ مدنیہ لاہور: صفحات: ۶۴: ملنے کا پتہ: دارالافتاء والتحقیق چوبرجی چوک لاہور

لیجئے صاحب! حد ہوگئی۔ ہمارے برادرزادے مولانا عمار خان ناصر نے توہین رسالت کا مسئلہ نامی کتاب میں تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں تبدیلی کا مشورہ دیا۔ جو بات اوباما سے زرداری صاحب تک، این جی اوز سے، پوپ جان پال تک، فرانس، جرمنی، اٹلی اور ویٹی کن کے پوپ سے سلمان تاثیر تک کے لوگ وطبقات کہتے تھے۔ ذرہ الفاظ کے ہیر پھیر سے نفس تبدیلی اور فقہ حنفی سے یہ قانون موافق نہیں، کے پردوں میں محترم مولانا ناصر صاحب نے بھی سنا ہے کہ فرمادی۔ ہم تو ڈرتے ہیں کہ بہت بلند نسبتوں کا حامل کہاں سے کہاں آرہا؟ لیکن اس دھرتی پر بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو دلائل کی دنیا میں ڈنکے کی چوٹ حق بات کہنے کے خوگر ہیں۔ پہلے کسی زمانہ میں یہ مقدس فریضہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ سرانجام دیتے تھے۔ اب ہمارے مخدوم ومحترم ممدوح حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد نے اس رسالہ میں یہ فریضہ سرانجام دیا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا۔ مختصر جامع ومانع ماقل ودل کا مصداق، تحقیق کے خوگر اہل علم کے لئے گرانمایہ علمی تحفہ ہے۔

علماء کرام و خطباء حضرات سے اپیل

ہر ماہ کا ایک جمعہ ختم نبوت کیلئے وقف کریں

- عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس ہے۔ چنانچہ امام زین نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر ص۱۰۲ پر لکھا ہے کہ: ”اذا لم یعرف ان محمدﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات “جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ آنحضرتﷺ آخری نبی ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔
- آئین پاکستان کی رو سے قادیانی کافر ہیں۔ جبکہ وہ خود کو مسلمان اور امت محمدیہ کو کافر کہہ کر آئین سے بغاوت کر رہے ہیں۔
- تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد تحریک نظام مصطفیﷺ، تحریک ایم، آر، ڈی، شیعہ سنی تنازعہ، لسانی قضیہ، عراق، ایران۔ کویت، عراق جنگیں، افغانستان میں روسی پھر امریکی یلغار، سقوط عراق سے سانحہ لال مسجد تک ہوشربا اور سنگین مسائل اور مجبوریوں کی وجہ سے ختم نبوت کے تحفظ کا کام اور قادیانیت کے احتساب کے عمل کی خطابت میں ثانوی حیثیت ہوگئی۔ حالانکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور جہاد جیسے فرائض کا تعلق حضورﷺ کے اعمال سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق حضورﷺ کی ذات مبارک سے ہے۔
- ختم نبوت کی پاسبانی براہ راست ذات اقدس کی خدمت کرنے کے مترادف ہے۔
- لہٰذا: تمام خطیب حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ کم از کم ہر ماہ کا ایک جمعہ مسئلہ ختم نبوت کے بیان کے لئے وقف کر کے شفاعت نبویؐ کے مستحق بنیں۔ قادیانیت سے خود بچنا اور امت کو بچانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

والسلام!

(مولانا خواجہ خواجگان) خواجہ خان محمدؒ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ ملتان - فون: 061-4783486

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

اسلام زندہ باد — فرما گئے یہ ہادیٔ لا نبی بعدی — تاجدار ختم نبوت زندہ باد

31 ویں دو روزہ سالانہ عظیم الشان
ختم نبوۃ کانفرنس
بمقام مسلم کالونی چناب نگر

بتاریخ
4 جمعرات
5 جمعۃ المبارک
اکتوبر 2012

حضرت اقدس مولانا شیخ الحدیث **عبد المجید لدھیانوی** دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر **عبد الرزاق اسکندر** صاحب دامت برکاتہم
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

صاحبزادہ خواجہ **عزیز احمد** صاحب مدظلہ
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

یادگار اسلاف حضرت مولانا **عزیز الرحمن جالندھری** دامت برکاتہم
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عنوانات

- توحید باری تعالیٰ جل شانہ
- سیرت خاتم الانبیاء ﷺ
- مسئلہ ختم نبوت
- حیات عیسیٰ علیہ السلام
- عظمت صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم
- اتحاد امت

اور ظہور مہدی جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت **عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ**

ملتان: 061-4783486
چناب نگر: 047-6212611